نقیبِ ختمِ نبوت

ماہنامہ ملتان

محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مئی ۱۹۹۷ء

۵

دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست

آئی ایم ایف

عالمی مالیاتی پولیس مین

قادیانیوں کا سرکاری و نیم سرکاری ادارے خریدنے کا فیصلہ!

پہلا وار "اوورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن" پر

قربان جانے والوں کے قربان جایئے

سید عطاء المحسن بخاری کا فکر انگیز کالم

قادیان کی جھوٹی نبوت

ایک سو دس سالہ تاریخ پر ایک نظر

احرار رضا کار

یہ احرار رضا کار مجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیارے اور عزیز ہیں نخلِ احرار کو سایہ دار بنانے کے لئے سینکڑوں نوجوانوں نے اپنا خون دیا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، سینوں پر گولیاں کھائیں، تختۂ دار پر لٹک گئے، خود باطل سے ٹکرا گئے، دریاؤں میں کود گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر احرار کا سرخ ہلالی پرچم لہرا گئے، وہ شیروں کی طرح جبر و تشدد کے طوفانوں اور سیلابوں میں دیو استبداد کے مقابلے میں سیدھا تیرتے رہے، وہ بیڑیوں اور زنجیروں کی کھڑکھڑاہٹ اور جھنکار پر رقص کرتے رہے، انہیں کوئی مصیبت، کوئی مشکل اور کوئی لالچ جماعت کے دامن سے الگ نہ کر سکا۔ انہوں نے بھوکا رہ کر بھی جماعت کو زندہ رکھا، مصائب و آلام برداشت کیے اور جماعت کے اعلان پر بڑی سے بڑی جبروتی اور قہرمانی طاقت سے ٹکرا گئے، ان کی سرخ وردی خونِ شہادت کی آئینہ دار ہے میں ان لوگوں کو کیسے فراموش کردوں، میں ان کا ساتھ کیسے چھوڑ دوں، میں ان ننگے بھوکوں سے کیسے منہ موڑ لوں، یہی تو میری متاعِ عزیز ہیں یہی وہ ہیں جو کسی لالچ کے بغیر صرف جذبۂ ایمان کے تحت میرا ساتھ دیتے رہے ہیں، آزادی کے طویل سفر میں اگر کسی سے میں نے خدا کے بعد اپنی امیدوں کو وابستہ کیا تو وہ یہی عاشقانِ حق و صداقت تھے۔

بانیٔ احرار، امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

۱۹۵۸ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

محرم الحرام: ۱۴۱۸ھ، مئی: ۱۹۹۷ء جلد ۸، شمارہ ۵، قیمت/۱۲ روپے

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
ذوالکفل بخاری ۰ قمر الحسنین
شمس الاسلام بہلوی ۰ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ۰ عبداللطیف خالد
خادم حسین سید خالد مسعود

زرتعاون سالانہ

اندرون ملک /۱۲۰ روپے ۰ بیرون ملک /۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوّت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ	رئیس التحریر	۳
قلم برداشتہ:	قربان جانے والوں کے قربان جائیے۔	سید عطاء المحسن بخاری	۷
" " " :	کھوان شہیدوں پہ لاکھوں سلام	سید عطاء المحسن بخاری	۹
کہکشاں:	صحبت کے اثرات، جاں نثاری، مقبول دعائیں	حکیم محمود احمد ظفر	۱۲
روشنی:	اہل نااہل نمائندہ	شاہ بلیغ الدین	۱۵
رد مرزائیت:	قادیان کی جھوٹی نبوت	سینئر جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ	۱۷
" " " :	استعمار کے ضمنی پیداوار مذاہب اور قادیانیت	ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۲۲
طنز ومزاح:	زباں میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۲۹
نقطۂ نظر:	دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست	ڈاکٹر محمد امین	۳۲
تحقیق :	آئی۔ایم۔ایف عالمی مالیاتی پولیس مین	کرسٹیناسی ہرمین	۳۵
" " ":	مریضوں کو ڈاکٹروں سے بچائیے (بہ سلسلہ آئی ایم ایف)	منو بھائی	۴۲
تبرکات اکابر:	حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا عکس تحریر	(ادارہ)	۴۵
سفر نامہ:	حاصلِ زندگی	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	۴۶
دین و دانش:	دین اور سیاست	پروفیسر خالد شبیر احمد	۵۰
اخبارالاحرار:	تنظیمی خبریں	(ادارہ)	۵۵
ترحیم:	مسافران عدم	(ادارہ)	۵۷

شاعری نظمیں: ۵۹ تا ۶۴

ابو بکر و علی رضی اللہ عنہم (اثر زبیری لکھنوی) اک وار جاویکھاں (محمد رفیق بزمی)

جمہوری تماشا (ابوالوحید سلیمی) صدر کا فرمان کمال ہے (سید کاشف گیلانی) غزل (پروفیسر عابد صدیق)

قادیانیوں کا سرکاری و نیم سرکاری ادارے خریدنے کا فیصلہ
پہلا وار "اوورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن" پر!
انسٹیٹیوٹ آف اوورسیز پاکستانیز (آئی او پی) اور، پاکستان کیریئر پلاننگ اکیڈمی (پی سی پی اے) کس کے ادارے ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ حکومت توجہ دے!

بعض اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت کی اصلاح معاشرہ مہم اور سرکاری و نیم سرکاری اداروں کو فعال بنانے کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے قادیانی اور یہودی لابی سرگرم ہو گئی ہے۔ اپنے مالی وسائل کی بنیاد پر اس یہودی اور قادیانی لابی نے مل کر ایسے نام نہاد ادارے قائم کرنے شروع کر دئیے ہیں جو نج کاری کے حوالے سے حکومت کی کوششوں کو ہائی جیک کرنا چاہتے ہیں ۔ان نام نہاد اداروں نے نج کاری کمیشن اور ایسی تمام حکومتی کمیٹیوں کو اپنے طور پر ایسی تجاویز بھیجنی شروع کر دی ہیں جن کا بنیادی مقصد ان کمیٹیوں کو گمراہ کرنا اور یہ تأثر دینا ہے کہ اگر سرکاری اور نیم سرکاری ادارے ان کے حوالے کر دئیے جائیں تو وہ انہیں نہ صرف خریدنے کیلئے تیار ہیں بلکہ انہیں بہتر طور پر چلانے کے اہل بھی ہیں۔ اس سلسلے میں دو ادارے سرِ فہرست ہیں۔ ایک، آئی او پی (انسٹیٹیوٹ آف اوورسیز پاکستانیز) اور دوسرا، پی سی پی اے (پاکستان کیریئر پلاننگ اکیڈمی)

I.O.P (انسٹیٹیوٹ آف اوورسیز پاکستانیز) احمد بلال محبوب نامی ایک انجینئیر نے سردار یوسف، زاہدہ ملک اور ارشد فاروق کے ساتھ مل کر گزشتہ دورِ حکومت میں قائم کیا تھا۔ ان کے دیگر ساتھیوں میں بیرون ملک مقیم کئی قادیانی بھی شامل ہیں۔ جن میں ڈاکٹر اکرام یو خان (امریکہ) ظفر اقبال (انگلینڈ) سہیل حسین بھٹی (جرمنی) مشتاق احمد (امریکہ) سرِ فہرست ہیں تب سے اس نام نہاد ادارے کی نظر او پی ایف (اوورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن) پر لگی ہوئی ہے۔ او پی ایف وفاقی وزارت محنت و افرادی قوت اور سمندر پار پاکستانیز کے تحت ۱۹۷۹ء میں قائم ہوئی تاکہ بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کے لئے مختلف منصوبے تشکیل دے او پی ایف کے زیرِ اہتمام اس وقت تک ۲۱ تعلیمی ادارے اور ۱۲ پولی ٹریڈ سکول قائم کیے جا چکے ہیں۔ جو ملک بھر میں عمومی تعلیم اور فنی تعلیم عام کر رہے ہیں۔ یورپ امریکہ اور کنیڈا میں مقیم پاکستانیوں کی بچیوں کی تعلیم کیلئے او پی ایف گرلز کالج بھی اس محکمہ کے تحت قائم ہے۔ اب تک او پی ایف پاکستان کے مختلف شہروں میں مختلف ہاؤسنگ سکیمیں بنا کر دس ہزار سے زائد پلاٹ بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کو الاٹ کر چکی ہے۔ او پی ایف وہ واحد ادارہ ہے جو متأثرینِ کویت اور اقوام متحدہ کے درمیان رابطہ کا مثبت وسیلہ ہے اور متأثرینِ کویت کے واجبات کی ترسیل اقوامِ متحدہ نے اسی ادارے کے ذریعے کرنی ہے۔ او پی ایف کے ذرائع کے مطابق اقوامِ متحدہ نے جو رقوم متأثرینِ کویت کو دینی ہیں وہ تقریباً دو سو ملین ڈالرز ہیں۔ بین الاقوامی ادارے آئی ایل او نے او پی ایف کی کارکردگی سے متأثر ہو کر انڈیا، تھائی لینڈ، سری لنکا، بنگلہ دیش کی حکومتوں کو سفارشات دی ہیں کہ وہ بھی اپنے ملک میں او پی ایف کی طرز پر ادارے قائم کرے۔

وزارت محنت وافرادی قوت کے ذرائع کے مطابق آئی او پی کے نام نہاد ادارے کے جنرل سیکرٹری احمد بلال محبوب نے وفاقی وزیر چودھری شجاعت حسین کو ۶ اپریل ۱۹۹۷ کو ایک خفیہ خط تحریر کیا جس میں اس نے او پی ایف پر جھوٹے الزامات لگاتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ او پی ایف کو آئی او پی کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے۔ احمد بلال نے اس خط میں وفاقی وزیر کو یہ بھی کہا کہ ۲۲ تا ۲۵ اپریل ۱۹۹۷ء کے دوران انہیں ملاقات کا موقع دیں تاکہ سودے کا لین دین کیا جاسکے۔

دوسری طرف اسی قادیانی گروپ کا ایک اور ادارہ پی سی پی اے (پاکستان کیریئر پلاننگ اکیڈمی) ہے جس کا مقصد پاکستان کی سلامتی کے خلاف کام کرنے والی قادیانی قوتوں کی مدد کرنا ہے۔ اور یہ ادارہ مختلف ذرائع ابلاغ استعمال کرتے ہوئے گمراہ کن پراپیگنڈہ کر رہا ہے۔ اس کی ایک مثال ۱۲ اپریل ۱۹۹۷ کو چھپنے والا وہ اشتہار ہے جس میں انہوں نے ایک نام نہاد مضمون نویسی کے مقابلے کا اعلان کیا ہے۔ اس اشتہار کے مطابق ۱۴ مختلف موضوعات دیئے گئے ہیں جن پر پہلا انعام تین لاکھ روپے (۱۴ انعامات) دوسرا انعام دو لاکھ روپے (۱۴ انعامات) تیسرا انعام ایک لاکھ روپے (۱۴ انعامات) رکھے گئے ہیں۔ اشتہار کے مطابق یہ انعامات جولائی ۱۹۹۷ میں امریکہ کے شہر واشنگٹن ڈی سی میں منعقدہ اوورسیز پاکستانیوں کے ایک نام نہاد کنونشن میں دیئے جائیں گے۔ اس اشتہار میں موضوعات تو دیئے گئے ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ مضمون کس زبان میں ہوں گے اور ان کے متن کی طوالت کیا ہوگی۔ اگر اس اشتہار کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انعامات اور اخراجات کا تخمینہ دو کروڑ بنتا ہے۔ یاد رہے کہ اشتہار کا سائز 15x18 سنٹی میٹر ہے اور تقریباً ہر اردو اور انگریزی اخبار میں شائع کرایا گیا ہے۔ پی سی پی اے نے کوئی چھ ماہ قبل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے اشتراک سے ملک بھر میں کمپیوٹر کی تعلیم کے ادارے کھولنے کے منصوبے کا اعلان بھی کیا تھا لیکن بعد ازاں یونیورسٹی نے باقاعدہ اخباری اعلانات کے ذریعہ سے پی سی پی اے کی بے ضابطگیوں کے سبب اس سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا تھا۔ اندرون و بیرون ملک تعلیم کے نام پر یہ دونوں ادارے قادیانی مفادات کی تکمیل میں سرگرم ہیں اور باوثوق ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وفاقی وزارت محنت و افرادی قوت اور سمندر پار پاکستانی کے سیکرٹری ارشد فاروق بھی اس مذموم سازش میں شریک ہیں۔

پی سی پی اے کے نام پر ملک بھر میں ایک متوازی تعلیمی نظام کے قیام اور آئی او پی کے نام پر او پی ایف جیسے ادارے پر قابض ہونے سے اس کے دفتروں، اسکولوں اور فنی اداروں کا ایک بڑا نیٹ ورک ان ہاتھوں میں چلا جائے گا جو قادیانیت کی مذموم تعلیم کو عام کرنا چاہتے ہیں اور پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرتے ہوئے موجودہ حکومت کو ناکام کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہودی اور قادیانی لابی کا راستہ ہموار کیا جاسکے جو پاکستان کو بیرونی سرمایہ کاروں کے ہاتھوں بکوانے پر تلے ہوئے ہیں۔ حکومت اس سنگین معاملہ کی فوری چھان پھٹک کرے اور قادیانیوں کے ہاتھوں ملکی اداروں کو تباہی سے بچائے۔

معاشی بحران کا پہلا شکار

حکمرانی ایک بہت بڑی آزمائش ہے خصوصاً جمہوری نظام کی پیداوار حکومت، کیونکہ اس میں حکومت طلب کی جاتی ہے، اور...... حکومت مانگ کر لی جائے تو وہ سراپا آزمائش ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ مدد نہیں

فرماتے اور جو حکومت یا اقتدار بن مانگے ملے اسکی اللہ تعالی مدد فرماتے ہیں۔ (مضمون حدیث)

محمد نواز شریف کو حکومت جمہوری ذرائع سے مانگنے پر ہی ملی ہے۔ یہ ان کے لیے کڑی آزمائش ہے۔ "سر منڈاتے ہی اولے پڑے" کی کہاوت بھی پوری ہو رہی ہے۔ آزمائش یہ آزمائش در پیش ہے، معاشی بحران بھی اور اقتصادی امتحان بھی! حال ہی میں آٹے کا جو بحران آیا ہے اس سے پورا ملک اور پوری قوم متاثر ہوئی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ایک زرعی ملک میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس کا ذمہ دار وہی ذخیرہ اندوز یہودی صفت طبقہ ہے۔ جو گزشتہ پچاس برس سے اپنے مفادات پر ملکی و قومی مفادات کو قربان کر رہا ہے۔ پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر انہی مفاد پرستوں نے حکومت کو ایک مشکل آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ اس صورت حال سے حکومت کی بدنامی اور ناکامی، بے بسی اور بے کسی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ حکومت ترجیحی بنیاد پر اس بحران کو فوراً حل کرے۔ وزیر اعظم پاکستان اس معاشی مرحلہ میں پھونک پھونک کے قدم رکھیں تو بچنے کی اور عہدہ برآ ہونے کی امید نظر آتی ہے۔ ہماری رائے میں احتیاط طلب امور درج ذیل ہیں:

(۱) گندم، آٹا، چینی اور بناسپتی گھی ایسی بنیادی ضرورتوں کا حصول و وصول "بناسپتی لوگوں" کے ذریعہ سے نہ ہو بلکہ اس کام کے لئے ایسے لوگوں کو تلاش کریں اور مامور و مقرر کریں جو صرف اور صرف اپنی تنخواہ میں ہی گزارہ کرتے ہیں۔

(۲) اندرون و بیرون ملک، سودوں میں کمیشن خوری کی لت والے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے چھٹی کرادیں۔ کمیشن کا کاروبار اسلام میں حرام ہے لہذا پاکستان میں بھی حرام ہونا چاہیے۔

(۳) آئندہ مہینوں میں باجرہ، جوار، مکئی کی فصلیں ہماری دھرتی اگائے گی۔

ان فصلوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے چھوٹے کاشتکاروں اور کسانوں کو معقول و مضبوط رعایتیں دینے کا ابھی اعلان کردیا جائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ فصلیں اگائے جس سے ہماری غذائی بحرانی کیفیت دور ہو۔

فری کلچر یا کلچر فری؟

یہ ایک حقیقت ہے اور مسلمہ ثقافتی اصول ہے کہ مختلف ثقافتوں کے اختلاط سے جو ثقافت جنم لے گی وہ ایسے ہی ہے جیسے بن باپ کے اولاد۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں، پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہتے ہیں مگر عمل سراسر اسکے خلاف ہے۔ پاکستانی اخبارات میں اور ہندوستانی اخبارات میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں۔ وہ ننگی تصویروں سے مزین ہوتے ہیں۔ پاکستانی اخبارات بھی اسی شیطانی صورت سے مرصع ہوتے ہیں اور کمال بے عقلی یہ ہے کہ جس طرح تمام دنیا کے کفار و مشرکین عورت کو ننگا کر کے "مسرت طلبی" کے روگ کی تسکین حاصل کرتے ہیں اسی طرح پاکستانی مسلمان بھی عورت کو ننگا دیکھ کر اسے "ثقافت" کہتے اور اسکے حق میں دلائل دیتے ہیں۔ بالکل کفار و مشرکین کی طرح مرد تھری پیس میں چھپا ہوا ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور عورت عریاں!

اس ثقافت کی اصل بھی کافرانہ نقل بھی کافرانہ ہے۔ جناب وزیراعظم! الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ سے ملک میں پھیلنے والے اس "ثقافتی وائرس" کا بھی سختی سے محاسبہ کریں۔

نصاب تعلیم

وہ قومیں ترقی کی منزلیں طے کرتی ہیں جو اپنا نصاب تعلیم کبھی نہیں چھوڑتیں اور دنیا کے مختلف نصابوں کی یلغار، ان کی چکا چوند سے متاثر نہیں ہوتیں بلکہ عصری ضروریات کو پورا بھی کرتی ہیں اور اپنے نصاب تعلیم اور اپنی زبان کو اوّلیت بھی دیتی ہیں۔ مگر پاکستانی قوم کا باوا آدم روزِ اوّل سے ہی نرالا ہے۔ لیڈران قوم نے قوم کو جہاں ثقافتی و معاشی دریوزہ گری سکھائی ہے وہاں علمی دریوزہ گری کا بھی ماہر بنا دیا ہے۔ لوگوں کو انگریزی زبان، اسکالب ولہجہ اور انگریزوں کے علوم فنون میں مہارت حاصل ہے۔ مگر "سبحانک اللہ" تک نہیں آتی۔ باپ ماں مرجائے تو جنازے کی دعا بھی نہیں آتی۔ اس بدحالی و ویرانی تک ہمیں غیروں کی بھونڈی نقالی نے پہنچایا ہے۔ قوم کو محرومیوں کی اس دلدل اور جہالتوں کے اس صحرا سے نکالنے کی جتنی آج ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ وزیراعظم موجودہ جاہلانہ نصاب تعلیم میں نماز، قرآن اور حدیث کا درجہ بدرجہ لازمی اضافہ کرکے ملک میں علم عام کرنے کی طرف مضبوط ترین قدم اٹھائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(ہمارے ذمے تو بس کھلم کھلا پہنچا دینا ہے)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحلت فرما گئے

مجلس احرار اسلام کے سابق امیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق چوہان ۲۱ ذوالحج ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۹ / اپریل ۱۹۹۷ء بروز منگل بستی مولویاں رحیم یارخان میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ احرار کارکنوں کے لئے مولانا کی رحلت ایک گہرا صدمہ ہے۔ ہم ایک متبحر عالمِ دین اور نامور نقاد و محقق سے محروم ہوگئے ہیں۔ رسالہ پریس جا چکا تھاکہ ہمیں خبرِ انتقال ملی تفصیلی احوال آئندہ شمارہ میں ان شاءاللہ

احرار کارکن اور احباب و قارئین مولانا کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کی خصوصی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین) اور مولانا کے پسماندگان و لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے (آمین)

قربان جانے والوں کے قربان جائیے!

ہمارے ملک میں عجیب و غریب قسم کی اسلامیت ہے۔ ایسا ملغوبہ ہے نہ اسے کھلم کھلا کفر کہا جاسکتا ہے اور نہ اسلام۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور عمل سراسر اسکے برعکس۔ ہمارے اعمال، ذوق، خواہش چاہتیں اور ترجیحات اس بے ہنگم سراپے کا پتا دیتے ہیں۔ مثلاً ہمارے معاشرے کی عورت کو ہی لیجیے، یہ منہ سے کہتی ہے۔ میں مسلمان ہوں مگر وہ خوش بخت خواتین کتنی ہیں جنہیں حرام حلال کا علم ہے؟ جنہیں نماز آتی ہے؟ جنہیں قرآن آتا ہے؟ جنہیں کفر و اسلام کے مابین حد فاصل کا علم ہے؟ جنہیں عورتوں سے متعلق دن رات کے مسائل کا علم ہے؟ جنہیں اسلام کی عطا کی گئی حقیقی اسلامی زندگی کا علم ہے؟ کتنی ہیں جو فرائض جانتی ہیں؟ جو حقوق جانتی ہیں؟ جو حقوق و فرائض میں تمیز کا سلیقہ رکھتی ہیں؟

آزادیٔ نسواں کی علم بردار خواتین آزادی کے نام پر آوارگی، بے ہنگم پن، کفار و مشرکین کی بد چلنی، بد تہذیبی اور...... "لفڑ بغڑ" عورتوں کی بھونڈی نقل کے سوا کیا جانتی ہیں؟ انگریزی اردو کے چند اچھلتے الفاظ بول لینے کا نام تو جاننا نہیں۔ حماقتیں اور مزید حماقتیں اور انکا تسلسل...... اس کا نام آزادی نہیں آوارگی ہے۔ خباثت و دناست ہے۔ بلندی نہیں گراوٹ ہے اور حد درجہ کی گراوٹ ہے۔ ایسی ویسی گراوٹ؟ اس کے بعد صرف کافروں کا ملبوس اوڑھنے کی کسر باقی رہ جاتی ہے اور بس! مردان "عالی مقام" کو لیجیے تو ان میں سب سے "اعلا" طبقہ وہ ہے جو دینی شکل و صورت سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اس شکل و صورت کے لوگوں کو زمین کا بوجھ سمجھتا ہے۔ دوسرا طبقہ اُول جلول حرکتوں سے مرصع رسموں اور رواجی اعمال کو دین جاننے والا ہے۔ جو اپنی جہالت اور حماقت کو دین باور کراتا ہے اور اسی رنگ میں امت کو رنگنا چاہتا ہے۔ دولت کے غرے میں اہل علم کو رگید جاتا ہے اور بڑے فخر سے کہتا ہے "اسی پیو دادے توں جو کجھ لیا اے اوہو ای صحیح اے۔ مولوی تے لڑاندے نیں"..... اور بلاشبہ کافر بھی یہی کہتا تھا انا وجدنا آبائنا علیٰ امۃ وانا علیٰ آثارھم مھتدون (القرآن)

(جس راستے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اسی راہ پر ہم بھی گامزن ہیں)

تیسرا اعلیٰ نسل کا طبقہ وہ ہے جو دور دور رہ کر مولوی کا وعظ سنتا ہے اور کہتا ہے "چل یار ایہ وی سن لئے، مولوی کی سر کھاندا اے" وعظ سنتا ہے، سر دھنتا ہے اور شیطانی لذتوں میں کھو کر بہک جاتا ہے۔

چوتھا طبقہ وہ ہے جو دین کی باتوں کو اعماق جاں میں اتار لیتا ہے۔ اور پھر استقامت کا پہاڑ بن جاتا ہے۔ یہی وہ طبقہ ہے جو دین کی اشاعت اور تبلیغ و فروغ کا کام کرتا ہے اور اس کی ترویج میں لگا رہتا ہے، حوادث سے گھبراتا نہیں، مزاحمت سے ڈرتا نہیں، دشمنوں کی کلچرل موومنٹ اور کافرانہ ثقافتوں کی یلغار کا راستہ روکتا ہے۔ ثقافتی کارندوں، سرکاری گماشتوں اور ایجنسیوں کے دلالوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ بے وسیلہ ہو کر بھی میدان سے نہیں بھاگتا۔ کافرانہ اور مشرکانہ رویوں کی تاریک راتوں میں جاگتا ہے۔ وطن کے فرزند جو خواب غفلت میں مدہوش ہیں انہیں

جگاتا ہے۔ تاریکیوں کے مہیب سناٹے کو اللہ اکبر کی صدائے رستاخیز سے توڑتا ہے۔ گرتا پڑتا اپنے ہدف کی سمت بڑھتا رہتا ہے۔ اس خواہش اور طلب سے بے نیاز ہو کر اپنے فرض کی تکمیل میں مست رہتا ہے کہ کون تعریف کرتا ہے اور کون گالیوں کی "سوغات" بخشتا ہے۔ ریگ سے پھول اُگاتا ہے، اس کی مہک سے عہد بہ عہد خوشبو بکھیرتا ہے۔ مشامِ جاں کو عطر بیز کرتا اور بدروحوں کی ہیئت اور ان کے ہیولے بدل دیتا ہے۔ یہی وہ مشنری مین ہے جو بھیک مانگتا ہے، زکواۃ، صدقات، چرم قربانی مانگ مانگ کے اس کی زبان کانٹا ہو جاتی ہے مگر وہ اپنی دُھن کا پکا ہے، نہ کسی چاہنے والے کے پیچھے چلتے ہوئے دُم ہلاتا ہے نہ کسی غلیظ گو سے نفرت کرتا ہے۔ بشارتیں دیتا ہے۔ آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ عسرتیں نہیں مسرتیں بانٹتا ہے۔ چاروں طرف راحتوں اور خوشیوں کے سورج اُگاتا ہے۔ بے نیازی اسکی خو ہے، فقیرانہ اداؤں سے وہ مرصع ہے، اور اس کے یہ رویے اور یہ ادائیں انہیں کو بھاتی اور لبھاتی ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی چنگاری سلگتی ہے۔ جنکے دلوں کی دھڑکنیں حق کے لئے دھک دھک کرتی ہیں، جن کی روح کی اتھاہ گہرائیوں میں روشنی کی کرن موجود ہے۔ جن کی محبتوں اور مودتوں کا مرکز رسالت پناہ ﷺ کا وجود پاک اور اس سے پھوٹنے والے اعمال صادقہ ہیں۔ جنکے فکر راست کا محور گفتگوئے رسول ﷺ ہے۔ جنکا قانون حضور ﷺ کی ادائیں ہیں۔ جو نبی کی اداؤں پر جانیں وار دیتے ہیں، انہیں پر مرمٹتے ہیں۔ جو ادائے رسول ﷺ کو ہی روحِ عصر مانتے ہیں اور اسکو پانے کے لئے اپنا سب کچھ ہار دیتے ہیں۔............ع

قربان جانے والوں کے قربان جائیے۔

عطیہ خواجہ غریب شاہ

اصلی ہڈی جوڑ گولی

رجسٹرڈ 675

انسان کی ہڈی ٹوٹ جائے تو گولی کے تین حصے کرکے روزانہ نہار منہ مکھن کے ساتھ کھائیں اور پانچ دن تک نمک سے پرہیز کریں۔ اور اگر کس جانور کی ہڈی ٹوٹ جائے تو یہی گولی مکمل جوار، مکئی یا جو کے آٹے میں کھلائیں نمک، گندم اور چنے کے آٹے سے پرہیز کرائیں ۔ نیز ہمارے ہاں بواسیر اور ہمہ قسم کے درد کی گولیاں بھی دستیاب ہیں۔ نوٹ: مدرسہ کے لئے تعاون کی اپیل جاتی ہے۔

پتہ: صاحبزادہ قاری محمد طیب میانہ (اولاد سلطان عبد الحکیم)

مسجد حاجی بشیر احمد محلہ سلطانیہ عبد الحکیم، تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال

کھواں شہیدوں پہ لاکھوں سلام

نامرادا نہ زیست کرتا تھا
میر کا طور یاد ہے ہم کو

حضرت شاہ جی کا یہ کالم ۶/۷ مارچ ۱۹۹۷ء کو ربوہ میں منعقدہ انیسویں سالانہ دوروزہ شہداء ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر روزنامہ خبریں میں شائع ہوا (ادارہ)

فکر و نظر کی آوارگی، خیال کا فسق و فجور، آگہی و دانش کی دساست، سوچ کی لمحاتی خباثت اور قلب ناہموار کے بدکاری کے فیصلے..... اسی کا نام سیکولرازم ہے۔ یا، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی عمل کی مکروہ تقسیم اور اس تقسیم کا دینی اعمال، دینی مزاج اور دینی اخلاقیات پر اطلاق، سیکولر ذہنیت، سیکولر رویّے اور سیکولر عمل کا ہدف ہے۔ بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیکولرازم........ ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، بالمیکی، زرتشتی، بدھسٹ غرض کہ تمام کفار و مشرکین کا پسندیدہ پیراہن ہے۔ انہی کفار و مشرکین کی پیروی کی وجہ سے جدید سیاسی جماعتیں بھی اپنا سلوگن سیکولرازم ہی بتاتی ہیں اور اسے پاکستان کی اجتماعیت و سلامتی کی ضمانت قرار دیتی ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی فرنگی کی قسمت ہے کہ اسکا ایجاد کردہ ایک نظریہ مسلمانوں نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کے "اسلامی" ہونے پر اصرار بھی کیا۔ رواں صدی کی تیسری چوتھی دہائی میں یہی فکری جنگ لڑی جارہی تھی۔ سیکولر طبقہ کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے غیر مسلم طبقات کو اپنی جماعت کا نہ صرف رکن بنایا بلکہ گرانڈیل مرزائی سرظفر اللہ خاں کو ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کا عہدیدار بنایا اور پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا۔ پاکستان کا پہلا وزیر قانون ایک مشرک جوگندر ناتھ منڈل کو بنایا جو کہ مسلم لیگ کے الیکشنی اور منشوری وعدوں سے الگ تھلگ، متضاد اور متصادم تھا۔ مجلس احرار اسلام نے ظفر اللہ خان اور میرزا بشیر الدین محمود کی شیطانی چالوں کا اندازہ کر لیا اور ۱۹۴۹ء میں سیاسیات سے کنارہ کشی کر کے دین کی حفاظت، دینی تحفظات اور دینی حقوق کی طرف توجہ پھیر دی اور مرزائیت کے تعاقب پر ساری قوت لگادی۔ ۵۲-۱۹۵۱ء تو اخباری اور تقریری مہم پر صرف ہوئے۔ ۵۳ء میں عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور تحفظ ختم نبوت کے نام خوش نام سے اٹھنے والی تحریک مالاکنڈ ایجنسی سے لے کر ساحل سمندر تک پھیل گئی۔ مارچ، اپریل، مئی...... تین مہینے تحریک تحفظ ختم نبوت کا جوبن تھا۔ تمام منفی قوتیں دینی طاقت کے سامنے ہیچ ہو کر رہ گئیں اور لوگوں کی دینی محبت کو منہ پھاڑے تکتی رہ گئیں، پھر سیکولر اور لبرل عفریت اکٹھے ہوئے اور جنرل اعظم خان کی مکروہ "قیادت" پر متفق ہوگئے۔ اس نے ابن زیاد اور شمر کا کردار انجام دیتے ہوئے پورے پنجاب میں گولی اور گالی کو عام کر دیا اور ملکی تاریخ کا پہلا مارشل لا لگادیا۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، پنڈی، میانوالی وغیرہ میں شیطانی ناچ ناچا گیا بلکہ سیکولرازم کا ابلیس ننگا ہو کے ناچا اور دس ہزار فدایان ختم نبوت خون میں نہلا دیئے گئے۔ شہداء ختم نبوت کے خون ناحق سے مسجدیں، دفاتر، بازار، سڑکیں،

گلیاں لالہ زار ہو گئیں۔ فوج کی نگرانی میں شہداء کو جلا کے ان کی راکھ چھانگا مانگا کی جھیل میں بہادی گئی۔ کسی بیوہ، کسی یتیم کا درد ٹیس بن کے ان سیکولر مُرداروں کے قلب تپاں میں نہ اٹھا۔ راون کے تمام ساتھی پاکستان کی مساجد کی بے حرمتی کرتے رہے۔ جوتوں سمیت مسجدوں میں گھس گئے۔ انہوں نے قرآن کریم کو ٹھڈے مارے، حافظوں قاریوں مولویوں اور مذہبی عوام کی ڈاڑھیاں نوچیں، ان کے چہروں پہ تھوکا، مادرزاد برہنہ گالیاں بکیں اور کہا کہ تم سب انڈیا کے ایجنٹ ہو، تم پاکستان کے باغی ہو۔ سفاک سیکولر ازم کے سفاک گماشتے، ختم نبوت کے نام لیواؤں کے گھروں میں گھس گئے، باعصمت و عظمت خواتین کی بے حرمتی کی، فحش کلامی کی۔ وہ کونسی گندگی ہے جو نہیں اچھالی گئی؟ وہ کونسی ناپاک حرکت ہے جو پاکستانی فوج اور پولیس سے سرزد نہیں ہوئی؟

آدمیت کے تھے قاتل آدمی

سر برہنہ بے اماں تھی زندگی

مجلس احرار اسلام کے دفاتر کے تالے توڑے گئے، انہیں لوٹا گیا، پچاس برس کا علمی تاریخی ریکارڈ تباہ کیا گیا، صاف ستھرا کار آمد کاغذ ردی میں بیچ دیا گیا، باقی ریکارڈ کو آگ لگادی گئی۔.........ع

ظلم و استبداد تھا چاروں طرف!

اور یہ سب کچھ اس پاکستان میں ہوا جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، خلافت راشدہ قائم کرنے کے لئے جس سرزمین کو حاصل کیا گیا اور یہ اس جماعت کے مقتدر موذیوں نے کیا جس کا منشور قرآن تھا، جو صرف اس لئے الگ سلطنت چاہتی تھی کہ اس کے بقول........ "ہمارا سماجی سیاسی نظام ہندو سے الگ ہے، مسلمانوں کے رویے اور قدریں ہندو کے رویوں قدروں سے الگ ہیں۔

ہمارا کلچر ہندو کے کلچر سے الگ ہے"......مگر ہندو نے ہندوستان میں ختم نبوت کے نام لیواؤں کو یوں قتل نہیں کیا، ایسے تاراج نہیں کیا، ایسے نہیں لوٹا، ایسے نہیں جلایا اور مانگا جھیل میں ایسے نہیں بہایا........

یہ حساب ہم نے چکانا ہے چاہے آخرت میں سہی!

انہی شہیدوں کا مرثیہ سیف الدین سیف نے لکھا تھا........

جو آئے تھے ختم نبوت میں کام | کہو ان شہیدوں پہ لاکھوں سلام
بھلایا نہیں وہ فسانہ ابھی | ہمیں یاد ہے وہ زمانہ ابھی
مؤذن کو مجرم بنایا گیا | نمازی کو کٹہرے میں لایا گیا
نبوت کے اقرار پر گولیاں | مساجد کی دیوار پر گولیاں
رسالت کے پیغام پر گولیاں | محمد ترے نام پر گولیاں
صداقت کے پرچم جلائے گئے | شہیدوں کے لاشے چرائے گئے
جوانوں کے حلقوم تلوار پر | کئی لوگ کھینچے گئے دار پر
جنہیں بیر ختم رسالت سے تھا | جنہیں اک تعلق بطالت سے تھا

ظالم وہ صیاد پھر آگئے قاتل وہ جلاد پھر آگئے

میں سوچ رہا ہوں کہ .....

اب پھر مسلم لیگ کی حکومت ہے اور یہ حکمران چاہیں تو خون کے یہ داغ دھل سکتے ہیں..........ورنہ

تو ہی اگر نہ چاہے بہانے ہزار ہیں

دعاء صحت

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی اہلیہ عرصہ چار سال سے مفلوج ہو کر بستر علالت پر ہیں۔

ہمارے کرمفرما مولانا حکیم احمد بخش صاحب (بستی ڈاور، ربوہ) ان دنوں علیل ہیں۔

مجلس احرار اسلام ملتان بزرگ کارکن جناب حافظ محمد اکرم صاحب فالج کے حملہ سے شدید علیل ہیں۔

مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن محترم مولانا عبدالرحمن صاحب فراش ہیں۔ وہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل ہیں۔ تحریک مسجد شہید گنج ۱۹۳۵ء میں مجلس احرار میں شامل ہوئے۔قاضی مسعود الحسن (ناظم مدرسہ عربیہ دارالعلوم کلور کوٹ ضلع بھکر) آپ کے فرزند ہیں۔

لاہور سے ہمارے مہربان جناب احمد علی، حافظ محمد علی کی والدہ ماجدہ ایک عرصہ سے بستر علالت پر ہیں۔

ملتان سے ہمارے کرم فرما محترم محمد یوسف صاحب کے چچا اور جناب محمد سجاد، محمد عامر، محمد آصف کے والد ماجد جناب محمد شریف صاحب کئی ماہ سے علیل ہیں۔

احباب قارئین سے درخواست ہے کہ وہ تمام مریضوں کی شفاء یابی کے لئے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے (آمین)

سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت -/200 روپے)

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون: 511961

صحبت کے اثرات | جاں نثاری | مقبول دعائیں

مشہور قول ہے کہ آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر کسی کے دوست برے ہوں تو اس شخص سے نیکی کی توقع عبث ہے۔ آوارہ گرد اور بد سیرت لوگ کچھ تو اپنی کمزوری سے بگڑتے ہیں اور کچھ ان کے بگاڑ میں دوستوں اور مشیروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم میں ہے۔

فلاتقعد بعدالذکریٰ مع القوم الظالمین۔

نصیحت حاصل ہو جانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس بیٹھو بھی نہ۔

یعنی اپنے ماحول کو پاکیزہ رکھو۔ بروں کی صحبت سے بچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برائی کے جراثیم تمہاری روحانی اور اخلاقی زندگی کو تلپٹ کر کے رکھ دیں۔ آدمی نیکی کا اثر دیر سے قبول کرتا ہے لیکن برائی اور خرابی کو بہت جلد اپنے اندر سموتا ہے۔

تاریخ عالم پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اچھے حکمرانوں نے خوشامدی اور بد کردار لوگوں کو اپنا حاشیہ نشین نہیں رکھا۔ سکندر رومی شاید اتنا اولو العزم بادشاہ نہ ہوتا اگر ارسطو جیسا حکیم اور دانشور اس کا ساتھی نہ ہوتا۔ عمر بن عبدالعزیز اسی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں اپنی نیک دلی کے لئے مشہور ہیں کہ ان کے حاشیہ نشین متقی اور پرہیز گار لوگ تھے۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے بھی اپنے ارد گرد علماء اور نیک لوگوں کو رکھا ہوا تھا جو اسے ہر غلطی پر ٹوکتے رہتے تھے۔ اور وہ گوش حق نیوش سے ان کی باتوں کو سنتا۔ اللہ نے بڑا درد مند اور نرم دل دیا تھا۔ قیامت کے مواخذہ کے ذکر سے وہ بے اختیار رونے لگتا۔ کبھی کبھی تو دھاڑیں مار مار کر روتا تھا۔ اسے یہ بات کبھی نہ بھولتی تھی کہ حکومت ایک پہاڑی ندی ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے ابل پڑتی ہے۔ پھر جو سمٹ جاتی ہے تو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ چنانچہ اس نے کبھی اپنے دماغ کے غبارے میں ہوا نہ بھرنے دی۔ ایک روز ابن السماک نے ہارون سے پوچھا:

"امیر المؤمنین! کہاں ٹھکانہ بنانے کا ارادہ ہے؟ جہنم میں یا جنت میں؟" یہ الفاظ سن کر ہارون پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ اتنا رویا کہ اس کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ ہارون کی یہ حالت دیکھ کر اس کے وزیر فضل بن ربیع نے سیاست کے عام مہروں اور بڑے لوگوں کے عام خوشامدیوں کی طرح ابن السماک سے کہا:

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ امیر المؤمنین کے جنت میں داخل ہونے میں کیا شبہ ہے؟ صاحبان اقتدار آج کے ہوں یا ماضی کے ان کے دنیا دار دوست انہیں یہی باور کراتے ہیں کہ ان سے زیادہ جنت کا ٹھیکیدار اور کوئی نہیں۔

فضل بن ربیع کی بات سن کر ابن السماک نے فرمایا:

امیر المومنین! قیامت کے دن فضل آپ کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہاں آپ کو اکیلے حساب دینا ہوگا۔

یہ سن کر ہارون اور زیادہ بے قرار ہو گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ یہ تھے اس زمانے کے بادشاہ جو آج کل کے جمہوریوں سے کروڑوں درجہ بہتر تھے۔

جاں نثاری

بدر کا کارزار گرم تھا۔ مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج اپنے سے تین گنا زیادہ کافروں کی فوج کا مقابلہ کر رہی تھی۔ مسلمان اسلحہ سے عاری اور کافروں کے پاس جدید قسم کا اسلحہ۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک دشمن کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دو انصاری نوجوان آ پہنچے۔ ایک سیدنا عمرو بن الجموح کے صاحبزادے معاذ اور دوسرے عفراء کے بیٹے معوذ (رضی اللہ عنہ)

"چچا! ابوجہل کہاں ہے؟" معاذ نے عبدالرحمن سے پوچھا۔

"بھتیجے! ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرو گے؟" سیدنا عبدالرحمن نے جواب دیا۔

"چچا! میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے کہ اس دشمن دین کو جہاں بھی دیکھوں گا یا اسے قتل کروں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔" معاذؓ نے جواب دیا۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوف ابھی معاذ کو جواب بھی نہ دے پائے تھے کہ معوذ نے بھی یہی سوال ان سے پوچھ لیا۔

ابوجہل اس وقت لشکر کے وسط میں کھڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف نوجوانوں نے نیزوں کی باڑ بنا رکھی تھی۔ سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اشارے سے انہیں بتایا کہ "ابوجہل وہ کھڑا ہے۔" دونوں نوجوان اس کی طرف چل دیئے اور موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر موقع مل گیا وہ باز کی طرح جھپٹے۔ معاذ نے تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ تلوار ابوجہل کی نصف پنڈلی کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ زخمی چیتے کی طرح چیخا۔

اس کے بیٹے عکرمہ نے جب باپ کی چیخ سنی تو فوراً اس کی مدد کے لئے پہنچے اور آتے ہی پیچھے سے معاذ کے دائیں شانے پر تلوار ماری۔ بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔

معاذ کے ہٹتے ہی معوذ نے ابوجہل پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ معاذ کٹے ہوئے بازو کے ساتھ ہی لڑتے رہے لیکن ہاتھ لٹکنے کی وجہ سے لڑنے میں رکاوٹ ہو رہی تھی۔ اور تکلیف بھی۔ ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا۔ تسمہ ٹوٹ گیا اور بازو گر پڑا۔ اب کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اب انہوں نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

معاذ ایک ہاتھ کے ساتھ سیدنا عثمان کی خلافت تک زندہ رہے۔ اس عرصہ میں کئی جنگوں میں حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مقبول دعائیں

عروہ رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ کے صحابی سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند تھے۔ زاہد و پاکباز اور عابد مرتاض۔ ان کی نگاہ میں دولت دنیائے دوں اور چند روزہ تنعم و عیش کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ انہوں نے اللہ تعالی سے دولت دنیا کے لئے کبھی دعا نہ مانگی تھی۔ ایک مرتبہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان کے عہد خلافت میں عروہ اور ان کے بھائی عبداللہ، مصعب بن زبیر اور عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ چاروں مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے تجویز پیش کی کہ ہم لوگ اللہ تعالی کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں دعاؤں کو شرف قبولیت عطاء ہوتا ہے اور آرزوؤں اور تمناؤں کو حقیقت کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ لہذا اپنی آرزوئیں اپنے اللہ کے سامنے پیش کریں۔ سب حضرات نے اسے پسند کیا۔

سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر نے کہا:

میری آرزو یہ ہے کہ میں حرم کا بادشاہ ہوجاؤں اور مجھے تخت خلافت مل جائے۔"

ان کے بھائی مصعب نے کہا:

میری تمنا ہے کہ قریش کی دو حسین عورتیں عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں آجائیں۔

عبدالملک بن مروان نے کہا:

میری تمنا یہ ہے کہ میں کل روئے زمین کا بادشاہ بن جاؤں اور امیرالمؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا جانشین بنوں

سب سے آخر میں عروہ بن زبیر نے کہا:

مجھے تمہاری ان خواہشات میں سے کچھ نہیں چاہیے۔ میں صرف دنیا میں زہد اور حلم اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہوں۔

اللہ تعالی نے ان چاروں کی دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ عبداللہ سات برس تک مکہ مکرمہ کے خلیفہ رہے۔ مصعب کے عقد میں دونوں خواتین آئیں۔ عبدالملک سندھ سے لے کر اسپین تک کا فرمانروا ہوا اور سیدنا معاویہ کی قائم کردہ سلطنت کا وارث بنا۔ اور عروہ کو مقربینِ بارگاہِ الٰہی کا مرتبہ ملا اور حلم و زہد ان کا امتیازی نشان ہوا۔

اہل ـــــ نااہل نمائندہ

شاہ صاحب کو ایک جلسے سے خطاب کرنا تھا۔
یہ حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند دلبند حضرت شاہ عبدالعزیز تھے۔ ۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے ۱۸۲۴ء میں انتقال کیا۔ تحفۂ اثنا عشر یہ ان کی مشہور کتاب، قرآن و حدیث کی روشنی میں روافض کی گمراہیوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا گیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز جلسہ گاہ پہنچے تو دیکھا کہ وہاں تو بڑا مجمع لگا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ اپنے بعض بندوں کو ایسی عزت اور ایسی شہرت عطا فرماتا ہے کہ لوگ ان کا نام سن کر کھچے چلے آتے ہیں۔ قصص الاکابر میں لکھا ہے کہ مجمع میں جو لوگ تھے سو تھے۔ اگلی صفوں میں ایک انگریز بھی بیٹھا ہوا تھا۔ جلسے کے منتظمین نے پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ یہ تو صاحب عالیشان کمشنر بہادر ہے۔

اس زمانے کے انگریز اردو فارسی سے خوب واقف ہوتے تھے۔ ایک تو انہیں شوق بھی تھا دوسرے گورنر جنرل کی ہدایت بھی دی تھی کہ مسلمانوں کی محفلوں اور تقریبوں میں شرکت کرو۔ شاہ صاحب کی شہرت تو دور دور پھیلی ہوئی تھی انگریز بھی ان سے واقف تھے۔ اس لئے وہ کمشنر یا ریذیڈنٹ خاص طور پر شاہ صاحب کو سننے آیا تھا۔ وعظ ختم ہوا لوگوں نے بڑی عقیدت اور بڑے احترام سے شاہ صاحب کے ارشادات کا ایک ایک لفظ سنا۔ تھوڑی دیر میں عوام تو چھٹ گئے چند خاص خاص لوگ رہ گئے تو وہ کمشنر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ بولا مجھے کچھ پوچھنا ہے؟ لوگ حیرت سے اسے دیکھتے رہے اور شاہ صاحب نے اجازت دے دی۔ اس نے کہا۔ یہ سوال میں شاہ صاحب سے نہیں حاضرین سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ لوگوں کو اور بھی تعجب ہوا۔ بہر حال ریذیڈنٹ سے کہا گیا کہ تم سوال پوچھ سکتے ہو! اس نے کہا حضرات یہ بتائیے کہ آپ لوگوں سے حکومت کیوں چھن گئی؟ غیر قوم کا آدمی اور وہ بھی ایسا جو اس وقت ہمارا حاکم تھا یہ سوال پوچھ رہا تھا ظالم نے کانٹے کا سوال پوچھا تھا۔ مختلف لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق اس کا جواب دیا۔ ریذیڈنٹ نے کہا۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہوں گی لیکن اس کی ایک اور بڑی وجہ بھی ہے۔

قرآن حکیم کے سورہ محمد میں ایک اشارہ اس بات کی طرف کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ

وان تتولو یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونو امثالکم

اگر تم (اللہ کے حکم کے) خلاف کرنے لگو گے تو (اللہ) تمہاری جگہ (سلطنت کے لئے) دوسرے لوگوں کو لا بٹھائے گا۔

اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کوئی سات سو سال رہی۔ یہی حال ہندوستان میں تھا کہ سات آٹھ سو برس تک یہاں بھی ہم حکمران رہے لیکن جب رنگیلوں اور پیاؤں کے ہاتھوں میں کاروبار حکومت آ گیا جو مرد ہو کر سال میں دو دو بار اپنی زچگی کا ڈھونگ رچایا کرتے تھے اور چالیس چالیس دن بستر پر لیٹ کر زچہ بنے رہتے تھے تو پھر بھی سلطنت باقی رہتی یہ ناممکن تھا۔ ریذیڈنٹ نے قرآن حکیم کے اسی ارشاد کو دوسرے الفاظ میں بیان کیا بولا: میری

رائے میں تو سلطنت نکل جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو سلطنت کے اہل تھے یعنی جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب انہوں نے تو گوشہ نشینی اختیار کی اور دنیا پر لات ماری۔ جو اس کے لائق نہ تھے ان کے ہاتھوں میں حکومت آئی تو انہوں نے اسے برباد کر دیا۔ اس لیے کہ یہ کم ظرف، کم علم اور کمزور لوگ تھے۔ لوٹ کھسوٹ میں پڑ گئے۔ پینے پلانے میں لگ گئے۔ انہوں نے اہل علم اور اہل نظر اور اہل ہنر کو بے عزت کیا۔ یہ بات غلط نہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ ہمارے ملک کی پچاس سالہ سیاسی زندگی کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ قائد اعظم کی آنکھ بند ہوئی تو بد کردار اقتدار کے بھوکے اتنا بھی انتظار نہ کر سکے کہ لیاقت علی خاں حکومت کا کوئی نقشہ جما دیتے۔ غلام محمد، اسکندر مرزا، ایوب اور بھٹو جیسے جاہ پسندوں نے گولی کے زور پر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ قدرت نے انہیں انہی کے گرگوں کے ہاتھوں اقتدار سے محروم کیا۔ یکے بعد دیگرے شرابی، عیاش، بدکار، لٹیرے برسر اقتدار آتے رہے۔ نتیجہ یہ کہ ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ سیاست وڈیروں اور جاگیرداروں کے گھر کی لونڈی بن گئی۔ چہرے بدل بدل کر سیاستدان ہر اس شخص کے ساتھ ہو گئے۔ جو برسر اقتدار آ گیا۔ بڑے بڑے قانون دان اور سیاستدان اور نام نہاد علماء اپنی اپنی پارٹیاں چھوڑ کر بس ایک ہی فکر میں لگے رہے کہ کسی طرح قلمدان وزارت ہاتھ آئے یا کوئی اور کرسی، تاکہ حرام کی دولت کے مالک بن سکیں۔ فوجی آمروں نے سیاست دانوں کو گھیرنے کا ایک نیا گر نکالا۔ بظاہر ان پر پابندی لیکن ان کی بیویاں، بیٹیاں، بہوویں حکومت کی کار کن، کوئی وزیر، کوئی مشیر، کوئی سفیر دس پندرہ خاندانوں کی عورتیں، مرد موقع موقع سے کبھی کھلے عام، کبھی چور دروازے سے مناصب پر فائز رہتے ہیں۔ لطف کی بات یہ کہ سوشلزم اور کمیونزم کی بات ہو تو بساط سیاست پر وہی مہرے نظر آتے ہیں۔ اسلام اور ایمان کی بات ہو تب بھی بازی انہی کی جمتی ہے۔ یہی صورت حال دیکھ کر حافظ تڑپ اٹھا تھا۔

این چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم

طوق زریں ہمہ در گردنِ خری بینم

شرفاء اور پڑھے لکھے لوگوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ گھر بیٹھے رہیں۔ انگریز ریذیڈنٹ نے اپنے دور میں بھی ان گرگوں کو دیکھا تھا اس لئے سب کے منہ پر طنز کر گیا۔

اپنے عطیات اور زکواۃ و صدقات مدرسہ معمورہ ملتان

کو عنایت فرمائیں مدرسہ میں رہائش پذیر طلباء کے اخراجات اور نئی درسگاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیر کے لئے اہل خیر حضرات فوراً توجہ فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

بذریعہ منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری۔ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961.

بذریعہ بنک:۔ اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

قادیان کی جھوٹی نبوت

ایک سو دس سالہ تاریخ پر ایک نظر

قادیانی دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو کافر اور خود کو اصلی مسلمان سمجھتے ہیں۔ گزشتہ چودہ سو سال سے امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کے کسی نبی نے نہیں آنا۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے جو سب کے سب قادیانی عقائد کے مطابق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قادیانی عقائد کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا مسلمان نہیں"..... (حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۳ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

(۲) "جو شخص میری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا۔ رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔(اشتہار معیار الاخبار صفحہ ۸ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

(۳) "ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں"۔(یعنی غیر مسلم سمجھیں)" ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں" (انوار خلافت صفحہ ۹۰)

(۴) "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"..... (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ مصنف مرزا محمود قادیانی)

(۵) جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا ہے اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا۔(ڈائری خلیفہ قادیان میاں محمود، مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

(۶) غیر احمدیوں کا کفر بیّنات سے ثابت ہے اور کفار کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں.....
(اخبار الفضل ۷ فروری ۱۹۲۱ء)

یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ سر ظفر اللہ خان آنجہانی نے قائد اعظم کا جنازہ اپنے اسی عقیدہ کی وجہ سے نہیں پڑھا تھا۔

(۷) ہر مسلمان میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر بدکار عورتوں کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔(آئینہ کمالات اسلام ۵۴۷)

سبحان اللہ! کیا انصاف ہے۔ جعلی نبوت کا منکر بیٹا ہے اور بدکار اس کی ماں قرار دی جارہی ہے خواہ وہ جعلی نبوت کے وجود میں آنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوچکی ہو۔ کیا مرزائی جج اپنے "نبی" کی اس سنت پر عمل کریں گے؟ اس سوال کا جواب مرزائی امت بالخصوص اس کے عالموں، ججوں، وکلاء اور دیگر دانشوروں کے ذمہ ہے کہ اگر کسی مسلمان خاتون کے تین بیٹوں میں سے دو قادیانی ہوجائیں تو کیا وہ عفیفہ بدستور بدکار رہے گی یا صالحات کے زمرہ میں داخل ہوجائے گی یا مرزاجی کی منطق کے مطابق ۱،۲ بدکار اور ۲،۳ صالحہ ہوگی؟

(۸) جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں" (انوار الاسلام صفحہ ۲۰)

مرزا جی کے دو بیٹے مرزا افضل احمد اور مرزا سلطان احمد نبوت کاذبہ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ کیا یہ فتویٰ یا الہام ان پر اور ان کی والدہ صاحبہ پر بھی لاگو ہوتا ہے؟ مرزائی جج، وکلاء اور دانشور کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے۔

(۹) "میرے مخالف جنگلوں کے سور ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں"۔ ("نجم الہدیٰ" ص ۱۵، مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزائیت سے تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر مرزا جی کے کسی مخالف کے خاندان کی کوئی عورت یا کچھ عورتیں مرزائی ہوجائیں تو مخالف سے رشتہ داری کی وجہ سے وہ کتیوں کے زمرہ میں ہی رہیں گی یا ان کے لئے کوئی رعایت ہے۔ سوال پوچھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ مرزا جی کا مندرجہ بالا فتویٰ یا الہام ایسی عورت یا عورتوں کے لئے کسی استثنائی صورت کی نشاندھی نہیں کرتا۔ معزز قارئین انصاف فرمائیں کہ یہ زبان کسی نبی یا مجدد کی تو چھوڑیئے کسی عام سے شریف انسان کی بھی ہوسکتی ہے؟ اس سب کچھ کے باوجود قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد رتبے کے اعتبار سے صاحب خلق عظیم حضرت محمد ﷺ سے افضل تھا (العیاذ باللہ)

ایک قادیانی شاعر جعلی نبی کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(قاضی ظہور الدین اکمل.... اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء)

مولانا ظفر علی خان نے مرزا جی کی بد زبانی کا نوٹس لیا اور اپنی بے مثل شاعری سے جعلی نبوت کی چولیں ہلادیں فرماتے ہیں۔

جو بات بات پہ تم کو حرامزادہ کہے
ہر ایسے بد اصل و بدنہاد و بد زباں سے بچو

وہ جعلی نبوت کو مزید آئینہ دکھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پیسہ ترا ایمان ہے
گالی تری پہچان ہے
جو بھی تیرا الہام ہے
آوردۂ شیطان ہے
اے فتنۂ آخر زماں

سچ فرمایا مولانا نے۔ جو بھی ترا الہام ہے۔ آوردۂ شیطان ہے۔ مرزا غلام احمد کے الہام خود مولانا کے ہر شعر کی تصدیق کرتے نظر آتے ہیں..... ملاحظہ فرمایئے.....!

(۱) "میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں" .... (تذکرہ صفحہ ۱۹۲)
(۲) "الہام ہوا، تُو میرے بیٹوں جیسا ہے" (تذکرہ صفحہ ۵۲۶)
(۳) "میرا تعلق خدا سے ناقابل بیان ہے" (براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۵۶)
مرزا غلام احمد کے ایک نام نہاد "صحابی" قاضی یار محمد نے اپنے ٹریکٹ موسومہ اسلامی قربانی صفحہ ۱۲ پر اس ناقابل بیان تعلق کی وضاحت بہ زبانی مرزا قادیانی اس طرح کی ہے کہ "ان پر کشف کی حالت اس طرح طاری ہوتی کہ گویا وہ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا (العیاذ باللہ)
(۴) "الہام ہوا، تو محمد رسول اللہ ہے" (تذکرہ طبع ۳ صفحہ ۹۳)
(۵) "الہام ہوا، رسول اللہ کے بیٹے" (تذکرہ طبع ۳، صفحہ ۵۷۷)
(۶) "خدا تعالیٰ نے اس کتاب (براہین احمدیہ) میں میرا نام مریم رکھا" (صفحہ ۴۰)
قادیانی عقائد کے مطابق مرزا غلام احمد کے ۹۹ اسمائے الحسنیٰ ہیں۔ فہرست کے مطابق پہلا نام "احمد" اور آخری یعنی نمبر ۹۹ غازی ہے۔ گیارہواں گورنر جنرل، ساٹھواں کرشن، اکسٹھواں رودر گوپال، باسٹھواں امین الملک جے سنگھ بہادر اور تریسٹھواں برہمن اوتار ہے۔ انہیں میں سترھویں نمبر پر آنجہانی کا نام "مرزا غلام احمد قادیانی" درج ہے۔ لفظ قادیانی، قادیانیوں کے نبی کے حصہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے باعث تفاخر ہونا چاہیئے نہ کہ باعث تضحیک خود مرزا غلام احمد آنجہانی کا کہنا ہے کہ

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

(درثمین اردو ص ۵۲)
ایک قادیانی شاعر نے مرزا غلام احمد کا قصیدہ لکھا ہے۔

اے مرے پیارے مری جان رسولِ قدنی
تیرے صدقے ترے قربان رسولِ قدنی
پہلی بعثت میں محمد ہے تو اب احمد ہے
تجھ پہ اترا ہے قرآن رسولِ قدنی
سرمۂ چشم تری خاکِ قدم بنواتے
غوثِ اعظم شہ جیلان رسولِ قدنی

(العیاذ باللہ)
(اخبار الفضل قادیان ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۲)
مرزائیوں کے دوسرے خلیفہ نے اپنی تصنیف کتاب الرویا میں لکھا ہے (صفحہ ۴۶) کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیاں خشک ہوچکی ہیں جبکہ قادیان کی چھاتیاں تازہ دودھ سے بھری پڑی ہیں۔ مرزائیوں کے اکابر کی یہ تحریریں تو اس خیال کی تائید کرتی نظر آتی ہیں کہ وہ اپنے آپ کو قادیانی کہلانا باعث عزت و افتخار سمجھتے ہوں گے۔ اگر اس کے برعکس

مرزائی لفظ "قادیانی" کو باعث تضحیک سمجھ کر کسی احساس کمتری میں مبتلا ہیں تو پھر انہیں خود سوچنا چاہیئے کہ وہ کس ہستی سے کٹ کر کس پستی سے جڑے ہیں۔ مسلمان تو حضور اکرم ﷺ کے کسی بھی اسم مبارک سے منسوب ہونا اس لئے باعث عزت اور سامان بخشش سمجھتے ہیں۔ حکیم الامت، روئے زمین کے تمام مسلمانوں سے اس طرح مخاطب ہیں۔

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

لفظ "قادیانی" مرزا غلام احمد کے "الہامی" نام کا حصہ ہے۔ قادیانی مردوزن آخر اپنے نبی کے "اسماء الحسنیٰ" سے منسوب ہونے سے کیوں شرماتے ہیں۔ وہ صرف اسلام اور مسلمانوں کو ہی اپنا ہدف کیوں بنائے ہوئے ہیں جبکہ ان کے نبی نے اپنے کئی ایک "اسماء الحسنیٰ" دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کے ناموں پر بھی رکھے ہوئے ہیں۔ جیسے کرشن، رودر گوپال، برہمن اوتار اور امین الملک جے سنگھ بہادر وغیرہ۔ سوچنا چاہیئے کہ وہ دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اسلام کو ہائی جیک کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ ہر گز نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ مسلم امہ کے سامنے ان کی حیثیت ہی کیا ہے؟ منکرین ختم نبوت بالخصوص ان کا نوجوان طبقہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں (ترجمہ) تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے (سورۃ المائدہ آیت ۸۲) زمینی حقائق قرآن مجید کے اس فرمان کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کیا آج پوری دنیا میں مسلم امہ یہود اور مشرکین کی سازشوں اور ظلم و ستم کا نشانہ نہیں ہے۔ چیچنیا، بوسنیا، فلسطین اور کشمیر کے لوگوں کا قصور کیا ہے کہ انہیں مسلسل خاک و خون میں تڑپایا جارہا ہے۔ صرف یہ کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں اور ان کے لائے ہوئے دین اسلام پر ایمان رکھتے ہیں دوسری طرف مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکاروں کا اسلام ہے جو یہودیوں کو بھی "وارہ کھاتا ہے" اور ہندو بت پرست مشرکین کو بھی۔ اسرائیل کی حکومت کی اجازت سے قادیانیوں کا ایک مشن وہاں عرصہ دراز سے فلسطینی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے اور اسرائیل نے اپنی فوج میں قادیانیوں کی بھرتی کی بھی اجازت دے رکھی ہے۔ یہ اجازت ان "خدمات" کے صلہ میں ہے جو پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ (سرظفر اللہ) نے اقوام متحدہ میں مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے لئے انجام دی تھیں اور جن کے نتیجے میں وہ آج تک دربدر ہیں۔ مرزائیوں کا پوپ اپنے دادا کی نبوت کے بانیوں کے دیس میں ان کی حکومت کی آشیر باد سے ٹی وی چینلز پر اپنے نام نہاد جعلی اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ یورپ اور امریکہ کی حکومتیں جن کا وجود یہودی سرمایہ کا مرہون منت ہے، سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے شیطان صفت اوباش لوگوں کی سرپرستی کرکے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کی دل آزاری کر رہی ہیں۔ بھارت کے مشرکوں کی حکومت نے مرزائیوں کو قادیان میں "۳۱۳ درویش" رکھنے کی اجازت دی ہوئی ہے جب کہ مسلمانوں کی عبادت گاہیں تک محفوظ نہیں۔ بابری مسجد کا سانحہ کوئی دور کی بات نہیں وہاں مسلمان انتہائی کسمپرسی میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ کشمیر میں رقص ابلیس جاری ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ یہودی اور ہندو مشرکین قادیانیوں کے "اسلام" کے ساتھ تعاون کرتے اور اسے پھولتا پھلتا دیکھنا چاہتے ہیں مگر مسلم امہ کے درپے آزار ہیں۔ مرزائیوں کی ایک کثیر تعداد لاعلمی کی بناء پر یا مرزائی والدین کے ہاں پیدا ہونے کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت کی منکر ہے۔ انہیں یہ مسئلہ پیار سے سمجھانے کی ضرورت ہے اگر وہ تمام تعصبات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرمان

"تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے" پر غور کر کے خود فیصلہ کریں کہ یہودی اور مشرک کس قوم کی مخالفت میں سب سے زیادہ سخت ہیں تو وہ لازماً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ قوم رسول ہاشمی یعنی مسلم امہ کے شدید ترین دشمن ہیں اور جعلی نبی کی امت کے دوست ہیں۔ ۳ جنوری ۱۹۹۷ء کے اخبارات کے مطابق اسرائیلی صدر نئی دہلی پہنچ گیا، جہاں وہ بھارتی حکومت سے وسیع تر فوجی تعاون کے معاہدے کرے گا۔ اسرائیل نے بھارت کو جدید ترین راڈار اور آبدوزیں دینے کا عندیہ بھی دیا ہے۔ یہ کثیر المقاصد میری ٹائم ریڈار سو ٹارگٹ تلاش کرسکتا ہے۔ یہود و ہنود (مشرکین) کا یہ گٹھ جوڑ کس مذہب اور قوم کے خلاف ہے؟ دنیا میں بڑے مذاہب اور نظام..... اسلام، عیسائیت، یہودیت، بدھ مت، ہندوازم اور اشتراکیت ہیں۔ زمینی حقائق سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہود و ہنود کسی قوم یا مذہب سے اس قسم کی عداوت نہیں رکھتے جیسی ان کو مسلمانوں اور اسلام سے ہے۔ آیہ مبارکہ (ترجمہ) "تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود و مشرکین کو پاؤ گے" ایک لازوال حقیقت ہے۔ مرزائیوں بالخصوص ان کے نوجوان طبقے کو اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں اپنے "ایمان" کا جائزہ لینا چاہیئے۔ وہ اس حقیقت پر بھی غور و فکر کریں کہ عرب کے جاہل اور اجڈ قبائل کی شدید ترین مخالفت سے پیدا ہونے والے انتہائی نامساعد حالات میں دنیاوی اسباب کی شدید قلت کے باوجود سچی نبوت کے اثرات ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں چاردانگ عالم میں پھیل گئے اور مزید چند سال بعد ۲۰-۲۵ لاکھ مربع میل کا علاقہ سچے رسول ﷺ کے جاں نثاروں کے زیر نگین آگیا۔ جبکہ جھوٹی نبوت کی ایک سو دس سالہ تاریخ جعلسازیوں، فریب کاریوں، راسپوٹینی، آرزوؤں، ناکامیوں اور نامرادیوں کے سوا اپنے دامن میں کچھ نہیں رکھتی۔ حالانکہ برصغیر کی آزادی تک انہیں محکوم ہندوستان میں فرنگی سامراج کی مکمل حمایت حاصل رہی ہے اور اب تک حاصل ہے۔

ایک اور روایت جس کی طرف مرزائی نوجوانوں کی توجہ مبذول کرا کر انہیں اپنے عقائد کا جائزہ لینے کی دعوت دینا چاہتا ہوں یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مولد و مسکن کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو ص ۵۲)

اس کے فرزند دلبند مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب حقیقت الرویا میں کہا ہے (صفحہ ۴۶) "کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہوچکا ہے اور قادیان کی چھاتیاں دودھ سے بھری پڑی ہیں۔" (خلیفہ جی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ تازہ دودھ "خدا سے ناقابل بیان "تعلق کی وجہ سے اترا ہے یا کسی اور سبب سے۔ ان کا دعویٰ اتنا ہی جھوٹا ہے جتنا ان کے اباجان کا دعویٰ نبوت۔ جھوٹی نبوت کے اجراء کے صرف سو سال بعد قادیان اور ربوہ..... دونوں اجڑ چکے ہیں۔ قادیان کی وہ رونقیں جو فرنگی سامراج کی مرہون منت تھیں۔ چھوڑیئے رات گئی بات گئی کا نقشہ پیش کررہی ہیں۔ ریڈیو رپورٹ کے مطابق گزشتہ دسمبر کے "قادیانی حج" پر قادیان میں صرف آٹھ ہزار افراد اکٹھے ہوسکے۔ جب کہ ربوہ کا ٹنٹا کب کا ختم ہوچکا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی رونقیں گزشتہ ۱۴ سو سال سے جاری و ساری ہیں۔ ہر سال حضور ﷺ کے لاکھوں امتی حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کرۂ ارض کے ان مقدس ترین شہروں میں حاضری دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سلسلہ ابدالاباد تک قائم رہنا ہے۔ ع

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

استعمار کے ضمنی پیداوار مذاہب اور قادیانیت

AHMADYYA MMOVEMENT BRITISH-JEWISH CONNECETION

جناب بشیر احمد کی کتاب "احمدیہ موومنٹ، انگریز، یہودی ،تعلقات کا ترجمہ- (قسط ۱۱)

۱۸۳۳ء میں راجہ جی ایک سیاسی مشن پر انگلینڈ گئے جہاں ان کا وہانت ہو گیا۔ بنگالی ہندو خشیت چندر سیس (۱۸۸۴-۱۸۳۸) جب اپنی جادو بیانی کے ذریعہ یسوع مسیح کو ایک مصلح کی حیثیت سے پیش کرنا شروع کیا تو برہمو سماج نے ایک طاقت حاصل کر لی۔ ۱۸۷۰ء میں اس نے انگلینڈ کا دورہ کیا جہاں اس کو خطابت کے لئے دل کھول کر مواقع دیئے گئے۔ یہی وہ دور تھا جب مسیحی مشنریوں کے لئے چندر سیس کی شخصیت ایک جاذب نظر شخصیت بن چکی تھی لندن میں ان کا شاندار استقبال کیا گیا اس کا دعویٰ تھا کہ وہ یسوع مسیح کا اوتار ہے۔ ہندو دھرم کی اصلاح کی خاطر اس نے ایک چرچ قائم کیا۔ جگویش چندر بوس اور (ڈاکٹر) رابندر ناتھ ٹیگور جیسی شخصیتیں برہمو سماجی عقائد کی پیرو کار تھیں۔

پنڈت ایس۔ این۔ اگھنوری نے ہندو دھرم کو زندہ رکھنے کے لئے "دیوسماج" کی بنیاد قائم کی۔ لاکشن مشن۔ پراتھنا سماج اور بال گنگا دھر تلک کے مشن کا مقصد زندگی کے تمام شعبوں میں ہندومت کو فوقیت دلانا تھا۔ یہ لوگ چاہتے یہ تھے کہ ہندوؤں کے معاشرے میں سے غیر ہندوؤں کو نکال کر باہر پھینک دیا جائے۔ خاص طور پر مسلمانوں کو ہندوستان بدر کر دیا جائے۔ تلک جی نے شیواجی (مرہٹہ) کے دھرم کو زندہ کیا۔ اور جنوبی ہندوستان میں آنجہانی مرہٹہ لیڈروں کے احترام و تقدس کی خاطر اُن آنجہانی لیڈروں کے احترام کو بحال کرنے کی خاطر تقریبات منعقد کرنے کے لئے تنظیمیں قائم کیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں مسیحی مشنریوں نے ایک طاقتور اثر و رسوخ کے ذریعہ عصائے حکمرانی اپنے پاس رکھا۔ کمپنی چارڈ ۱۸۱۳ء کے مطابق عیسائی مشنریوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ کلکتہ میں ایک بشپ (Bishop) کی تقرری ہوتی جس کے تحت تین آرک ڈیکونز Arch-deacons کام کرتے تھے۔ کلیسا کے عہدیداروں کو مستقل کرنا اور انہیں تنخواہ دینا کمپنی کی ذمہ داری تھی۔ ہندوستانی باشندوں کے دین کو تبدیل کرنے اور انہیں مرتد بنانے کی کارگزاری سے انگلستان کو حوصلہ افزائی ملتی تھی۔

ہمارے ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا عظیم کام جاری رکھا جائے

کورٹ آف ڈائرکٹرز ایسٹ انڈیا کمپنی کے چیئرمین کا انگلینڈ کے دارالعوام سے خطاب

ایسٹ انڈیا کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرز کے چیئرمین نے انگلینڈ کے دارالعوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خداوند خدا نے ہندوستان کے وسیع و عریض رقبے پر، انگلینڈ کو بادشاہت تفویض کر دی ہے تاکہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یسوع مسیح کی فتح و کامرانی کا جھنڈا لہرانے کی کارروائی کی جاسکے ہر مسیحی شخص کو پوری طاقت کے ساتھ شدت سے جدوجہد کرنی چاہیئے تاکہ پورے ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کے عظیم

فریضے کو جاری رکھا جائے۔ اس کام میں تساہل و تغافل نہ ہونے پائے۔
(کتاب The East India Company صفحہ ۱۷۱ تصنیف Brain. Gardner مطبوعہ لندن ۱۹۷۱ء)

۱۸۱۳ء کے مذکورہ چارٹر کے مطابق کمپنی حکومت کی طرف سے کلیسائی نظام کو مستقل بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے ہندوستانی عوام سے حاصل کردہ محصول اور حکومت کے لگان یا مالیہ جات کلیسا کو ادا کئے جاتے تھے اور یہ ۱۹۴۷ء تک اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ مشنری سوسائیٹیوں کے معاونین حضرات کی طرف سے رضاکارانہ طور پر زر تعاون حاصل ہونا شروع ہو گیا۔ (کتاب ایضاً صفحہ ۲۵۱)

عیسائیت، ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے دوران کامرس Commerce اور استعمار دونوں کے ساتھ منسلک رہی۔ عیسائی مشن برطانوی شہنشاہیت کے محافظ اور استعمار کے چھکڑے کو چلانے کے گارڈ تھے۔ (ملاحظہ ہو کتاب British Colonical Theories تصنیف Klaus Knorr صفحہ ۳۳۸ مطبوعہ لندن)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی وجوہات میں سب سے بڑا، اور اہم عنصر وہ مہم تھی جو متعصب عیسائیوں نے چلا رکھی تھی۔ مذکورہ جنگ کے بعد عیسائیت کی اس مہم نے ایک دوسری شکل اختیار کر لی تھی۔ جن جگہوں پر مسیحی مشنری دفاتر بند ہو چکے تھے۔ وہاں اجرت اور محنتانے پر کام کرنے والے مقامی ایجنٹ تعینات کرنے پر زور دیا گیا۔ لندن کی چرچ مشن سوسائٹی نے ہندوستان میں اپنی مشنریاں بھجوا دیں اور اس کام کو جاری رکھنے کے لئے (برطانوی) سرکار سے تعاون طلب کیا (ملاحظہ فرمائیے کتاب نمبر ۱ Gods Avenger کتاب نمبر ۲ تصنیف John Balli, "England's Present duty in India, with glance at the Future" مطبوعہ لندن ۱۸۵۷ء، حوالہ نمبر ۳ Church of Englance ,The Religious of India حوالہ نمبر ۴ پندرہ روز Review جلد نمبر ۳۴، ۱۸۵۸، حوالہ نمبر ۵ Indian Rebillion تصنیف جان جوزف حوالہ نمبر ۶ جریدہ Pulpit شمارہ نمبر ۳۲، ۱۸۵۸ء۔

عیسائی نظریات و عقائد کو مختلف النوع ۲۱ مسیحی مشنریاں اپنی نقل و حرکت سے اپنے مقاصد کو ابھار رہی تھیں۔

رومن کیتھولک مشنری نے اپنی ایک کتاب میں عیسائی فرقوں کی وسیع تعداد مردم شماری کے لحاظ سے نصف ملین سے زیادہ مرتب کی تھی جن کے اعداد و شمار یہ تھے۔ ۱۸۸۱ء کے دوران ان سب میں رومن کیتھولکس Romacacholics کی تعداد سب زیادہ نصف ملین کے قریب تھی۔ پروٹیسٹینٹس Protestants کی تعداد 0.12 ملین تھی بپٹسٹس Baptists اکیاسی ہزار پائے جاتے تھے۔ چرچ آف انگلینڈ کے پیروکار، انچاس کے قریب تھے۔ مسیحی مشنریوں کے چھوٹے گروپ جیسا کہ امریکن Americans آرمینینز Armenians کانگریگیشنلٹس Congregationalists کالوینیٹس Calvinists ڈیسینٹرز Dissenters ایپس کاپی لینٹس Epis-Copaliants لوتھرز Luwtherns میتھوڈسٹس Methodists شامی Syrians یونانی Greeks اور ویلیز چرچز Wesleyane-Churchpes نے مل کر ہندوستان میں انجیل کی تبلیغ کی۔ برطانوی نژاد اور دیگر یورپ نژاد عیسائیوں کو ملا کر انیسویں صدی کے قریب ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دو ملین کے قریب پائی جاتی تھی۔

مسلمانوں کا ردِ عمل

مسلمان ۱۸۵۷ء میں اپنے سیاسی اور اقتصادی حقوق کے حصول کی خاطر جدوجہد کر رہے تھے۔ برطانیہ کا جھکاؤ

ان کی بجائے دوسرے مذاہب کے پیرو کاروں کی طرف راغب تھا۔ سرسید مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ کا سیاسی فارمولا یہ تھا کہ جدید تعلیم کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ راسخ العقیدہ کٹر قسم کے مسلمان جو، انگریزوں سے نفرت کرتے تھے۔ اور آزادی کی خاطر صوبہ سرحد میں جنہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال رکھی تھی یہ مسلمان سرسید کے نقطہ نظر سے متفق نہیں تھے۔ سرسید کی انگریزوں کے ساتھ وفادار رہنے کی وکالت۔ نیچری عقائد کے مطابق ان کی تفسیر قرآن۔ خاص طور پر مسیح کے بارے میں ان کا نظریہ (واضح رہے کہ وفات مسیح کے عقیدے کو ہندوستانی مسلمانوں کو سب سے پہلے سرسید نے متعارف کرایا تھا، للمترجم) امام مہدی کا ظہور، عقیدۂ جہاد اور ہندوستان کی پوزیشن انگریز کے دور میں دارالسلام کی ہے۔ وغیر ذالک، سرسید کے ان عقائد کو ہندوستان کے علماء دین نے سخت ترین تنقید کا نشانہ بنایا۔ مسلمانوں کے جملہ مکاتب فکر کے علماء دین بالخصوص سید احمد شہید علیہ الرحمہ رومیابی کے پیروکار، اس یقین کامل پر ڈٹ چکے تھے کہ انگریزی سامراج نے ہندوستان پر بالجبر اپنا قبضہ جما رکھا ہے۔ اس بنا پر یہ ملک دارالحرب ہے۔ تاہم ان علماء نے کئی ایک معاملات میں انگریز کے ساتھ کھلم کھلا اور بلاواسطہ مقابلہ کرنے سے اجتناب برتا۔

مسلمانوں کے چند ایک اسکالر حضرات نے جیسا کہ مولوی چراغ دین آف ڈھاکہ (۱۸۹۵-۱۸۴۴) نے ہندوستان کو نہ تو دارالحرب کہا اور نہ ہی دارالسلام میں شمار کیا (بہ حوالہ کتاب A Critical Exposition of Popular Jehad ص ۶۰-۱۵۹ از مولوی چراغ علی مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۵ء - جن علماء دین نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا انہوں نے انگریزوں کے ساتھ راہ ورسم رکھنے کی کبھی حمایت نہیں کی۔ یہ علماء برطانیہ کے ساتھ صلح کر سکتے ہی نہیں تھے۔ عیسائی مشنریاں مسلمان علماء سے مقابلہ اور مزاحمت کرنے لگیں۔ کیرانہ کے مولانا رحمت اللہ، آگرہ کے ڈاکٹر وزیر خان، لکھنو کے مولانا عبدالباری۔ پھر اور کے مولانا علی حسن اور مولانا محمد علی نے اپنے خطبات اور اپنی تصانیف کثیرہ کے ذریعہ عیسائی مناظرہ بازوں کو موزوں اور ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے۔ عیسائی مشنریوں کے جارحانہ حملوں کے جواب میں یہ ایک دفاعی جنگ تھی۔

غدار خاندان قادیان کی مغل فیملی:

مرزا غلام احمد قادیانی، بانیٔ جماعت احمدیہ (قادیانیہ) پنجاب کے مغل خاندان کا ایک فرد تھا۔ موصوف کے پڑدادا گل محمد سکھ حکمرانوں کی طرف سے عطا کردہ جاگیر کی بنا پر ایک موروثی جاگیردار تھے۔ مرزا گل محمد اپنی فیملی کے دوسرے افراد کے ساتھ مہاراجہ پنجاب کے ایک رقیب اور حریف سکھ سردار فتح سنگھ کے دربار میں بیگھوال کی طرف منتقل ہو گئے۔ جب فتح سنگھ فوت ہو گیا۔ تو آنجہانی کی جاگیر، رنجیت سنگھ نے اپنے رقبے میں شامل کر لی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا باپ مرزا غلام مرتضی اور اس کا چچا مرزا غلام محی الدین سکھ فوج میں شامل ہو گئے۔ جہاں جنوبی ہندوستان کے ان مجاہدین کا قلع قمع کرنے کے لئے ان دونوں نے اپنی متعدد سرگرمیوں کا پارٹ ادا کیا۔ جو ہندوستانی مجاہدین انسانیت دشمن موذی سکھوں کے خلاف جہاد کر رہے

تھے ، مرزا غلام مرتضےٰ نے جنوب مغربی ہندوستان میں سید احمد شہید بریلوی کے مجاہدین کو قتل کیا۔ اور کشمیری مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ وہ مسلمان تھے جو سکھ سامراج کے غلبہ و عروج کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۸ء میں کشمیر کی سرزمین کو اور ۱۸۲۳ء میں پشاور کو اپنی توسیع میں شامل کر لیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۳۴ء میں مرزا غلام مرتضیٰ کی گراں بہا خدمات کی قدر شناسی کرتے ہوئے اسے قادیان کے پانچ گاؤں عنایت فرما دیئے۔ اس عطیے کے ایک سال بعد رنجیت سنگھ پرلوک سدھار گئے۔ اس کے بعد رنجیت سنگھ آنجہانی کی مرکزی حاکمیت کمزور پڑ گئی اور برطانوی اثر و رسوخ کا غلبہ بڑھ گیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے برطانیہ کی طرف داری کی اور سکھ دربار میں انگریز کا معتمد خاص (مخبر) بن کر رہا۔ سکھوں کو اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے مرزا غلام مرتضیٰ اور اس کے بھائی غلام محی الدین کو قتل کر دینے کی کوشش کی۔ لیکن ان دونوں کے چھوٹے بھائی مرزا غلام حیدر نے اپنے بھائیوں کو بچا لیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی انگریزی خدمات

سر لیپل گرفن نے ۱۸۵۷ء کے جہاد کے موقع پر پنجاب کے وفادار خاندانوں کی خدمات کا ریکارڈ اپنی تصنیف The Panjab Chiefs میں کیا ہے (بہ حوالہ کتاب البریۃ از مرزا غلام احمد قادیانی، کتاب البیان مطبوعہ قادیان صفحہ ۱۴۳) مذکورہ بالا کتاب میں سر لیپل گرفن مرزا غلام مرتضیٰ کی حسب ذیل خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ مرزا غلام مرتضیٰ کو نونہال سنگھ۔ شیر سنگھ اور دربار کی حکومت کے دوران جن خدمات پر متعین کیا گیا تھا ان خدمات کو اس نے مسلسل جاری رکھا۔ مرزا موصوف کو جنرل و نچورا منڈی اور کلو کے علاقوں میں بھیجا گیا اور ۱۸۴۳ء میں ایک انفنٹری رجمنٹ کے ساتھ پشاور بھیجا گیا۔ حکومت برطانیہ کے خلاف فساد پھوٹ پڑنے کے دوران مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنے آپ کو ہزارہ کے علاقہ میں مخصوص کر لیا۔ انگریز کی مسلمہ قوت کے خلاف جب ۱۸۴۸ء میں ہنگامے شروع ہو گئے تو اس نے برٹش سرکار کے معتمد وفادار ہونے کی حیثیت کو بدستور، برقرار رکھا اور اپنی طرف سے جنگ لڑتا رہا۔ اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اپنے وقت پر اچھی اور نیک خدمات سرانجام دیں۔ بھائی مہاراج سنگھ ملتان کے دیوان مول راج کی مدد کے لئے جب اپنی فوجوں کو ملتان کی طرف لے جارہا تھا تو مرزا غلام مرتضیٰ کا بھائی مرزا غلام محی الدین دوسرے جاگیرداروں لنگرخان ساہیوال اور صاحب دیال کی فوج کے ساتھ مسلمان آبادیوں پر، چڑھ دوڑا۔ صاحب دیال کی فوج نے باغیوں پر حملے کئے اور انہیں مکمل طور پر شکست دی۔ انہیں دریائے چناب کی طرف بھا کر لے گیا جہاں باغی تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔ مارچ ۱۸۴۹ء میں پنجاب تک توسیع کے بعد قادیان کی مغل فیملی کی جاگیر تو بحال نہ کی گئی البتہ مرزا غلام مرتضیٰ اور اس کے بھائی غلام محی الدین کے لئے مبلغ سات سو روپے پینشن منظور کر لی گئی۔ انہوں نے قادیان کی جائیداد اور اس کے قریبی دیہاتوں کے مالکانہ حقوق بحال رکھے (کتاب

Life of Ahmed تصنیف عبدالرحیم درد (قادیانی) صفحہ ۱۳ مطبوعہ لاہور اشاعت ۱۹۴۸ء) مارچ ۱۸۴۹ء میں پنجاب میں برطانیہ کی توسیع کے حصول کے بعد مرزا غلام مرتضیٰ نے فنانشل کمشنر پنجاب مسٹر جے ایم ولسن J.M.

Wilson کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ اس نے اور اس کے خاندان نے پنجاب کی توسیع میں جو خدمات سرانجام دی تھیں ان خدمات کے عوض میں مغل خاندان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اس کی حمایت کی جائے۔ ۱۸۴۸ء گیارہ جون مرزا غلام مرتضٰی کے نام مسٹر ولسن Wilson نے جواب میں لکھا، میں نے آپ کی درخواست کا بہ غور مطالعہ کیا ہے جو آپ کی اور آپ کے خاندان کی خدمات کے بارے میں میرے نام تحریر کی گئی ہے۔ برطانوی حکومت سے متعارف ہونے کے بعد، آپ اور آپ کی فیملی بدستور قربانیاں دیتے رہے اور برطانوی حکومت کے حلقہ بگوش رہنے میں آپ ثابت قدم رہے۔ میں ان واقعات سے بہ خوبی آگاہ ہوں۔ آپ کے حقوق قابل ادب و احترام ہیں۔ آپ کو پورے عزت اور احترام کا یقین دلا کر مطمئن کیا جاتا ہے۔ کہ انگریزی سرکار، آپ کے اور آپ کے خاندان کے حقوق اور خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ایک مناسب حال موقع جب اپنے آپ کو پیش کریگا تو سوچ بچار کے بعد حمایت اور تعاون آپ کو مل جائے گا۔ معتمد اور جاں نثار، رعیت بن جانے کے مقصد کو آپ جاری رکھیں۔ کیونکہ حکومت وقت کا اطمینان اور خود آپ کی فلاح و بہبود، اسی روش پر قائم ہے۔

(کتاب کاشف الغطاء از مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ ۵ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۱۸۹۸ء)

۱۸۵۳ء کی جنگ آزادی نے برطانوی استادوں کی خدمت بجالانے کے لئے پنجاب کے وفادار ملازمین کو ایک موقع مہیا کیا۔

سر لیپل گریفن اپنی کتاب میں قادیان کی مرزا فیملی کی ان خدمات کو بیان کرتا ہے جو اس فیملی نے اس دور میں سرانجام دی تھیں۔ جب مسلمانوں کی تاریخ اندیشوں سے بھرپور دور سے گزر رہی تھی۔ ۱۸۵۳ء کی بغاوت کے دنوں میں مرزا فیملی نے انگریز بہادر کی خاطر بہترین خدمات سرانجام دیں۔ مرزا غلام مرتضٰی نے بہت سے لوگوں کو برطانوی فوج میں بھرتی کر دیا۔ خود اس کا اپنا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن کی فوج میں کام کر رہا تھا جب نکلسن نے نمبر ۴۶ انفینٹری کے اُن باغیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ جو سیالکوٹ سے تریموگھاٹ کی طرف رفوچکر ہو گئے تھے۔ جنرل نکلسن نے مرزا غلام قادر کو ایک سرٹیفکیٹ عطا فرمایا جس میں درج تھا کہ دیگر اضلاع کی بہ نسبت مرزا فیملی نے ۱۸۵۷ء میں اپنی عظیم وفاداری کا اظہار کیا تھا۔ (کتاب ایضاً ص ۱۴) دہلی میں مجاہدین آزادی کی طرف سے جنرل نکلسن کو ایک مشکل ترین مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ عبدالرحیم درد قادیانی لکھتا ہے۔ مغل فیملی کی طرف سے وفاداری اور بروقت عملی امداد سے جنرل نکلسن بہت متاثر ہوا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بارے میں رپورٹ دیتے ہوئے سر لارنس نے اس جنرل نکلسن کے بارے میں لکھا تھا کہ جنرل نکلسن کے بغیر سقوط دہلی محال تھا۔ اگست ۱۸۵۷ء میں اپنی وفات سے ایک ماہ قبل مرزا غلام قادر کو اس نے جو خط لکھا تھا۔ اس خط میں سے بہت سے واقعات کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ نکلسن نے اپنے خط میں لکھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر کے نام
جنرل نکلسن کا ایک الطاف نامہ اور کمشنر لاہور کا خط

"آپ نے اور آپ کے خاندان نے ۱۸۵۷ء کی تحریک بغاوت کو کچل دینے کی خاطر تریموگھاٹ سے تھل اور دیگر مقامات پر، جس پُر اعتماد اور جاں نثارانہ انداز سے سرکارِ (انگلشیہ) کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ اور برطانوی حکومت

کے ساتھ جس طریقے سے آپ نے اپنے آپ کو مکمل طور پر وفادار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ پچاس گھڑسوار، خود اپنے خرچ سے مہیا کئے ہیں۔ آپ کی اس وفاداری شجاعت اور بہادری کی خاطر یہ پروانہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا جارہا ہے۔ ازراہ کرم اس پروانے کو ہمیشہ اپنے پاس رکھیئے۔ یہ پروانہ انگریزی حکومت اور اس کے افسران آپ کی عزت و احترام کے استحقاق کی خاطر اور آپ کی ان وفاداریوں کے حقوق کی خاطر جو آپ نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دکھائی ہیں، جاری کیا گیا ہے۔ میں انسدادِ بغاوت کے بعد آپ کے خاندان کی بہبودی کی طرف غور کروں گا۔ میں نے ڈپٹی کمشنر (گورداس پور) مسٹر نسبت (Nisbet) کو تحریری طور پر آپ کی (انگریزی) خدمات سے آگاہ کر دیا ہے (کتاب ایضاً صفحہ ۱۵)

۱۸۵۷ء کی فیصلہ کن جنگ کے بعد (مرزا غلام احمد قادیانی کے باپ) مرزا غلام مرتضیٰ کو اپنے برطانوی استادوں کی طرف سے مبلغ دو سو روپے سکہ رائج الوقت سمیت ایک خلعت فاخرہ اور ایک سرٹیفکیٹ عطا کئے گئے۔ دربار گورنری میں ایک کرسی بھی پیش ہوئی۔

۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء کو مسٹر رابرٹ کسٹ کمشنر لاہور کی طرف سے حسب ذیل تفصیل پر مشتمل ایک خط موصول ہوا۔ "جیسا کہ آپ نے موجودہ بغاوت کے دوران فوجیوں کی بھرتی اور حکومت برطانیہ کو گھڑسواروں کی عظیم مدد اور تعاون کا فرض ادا کیا ہے۔ جس بنا پر دو سو روپوں سمیت ایک خلعت فاخرہ آپ کی بہترین خدمات اور وفاداری کے انعام کے طور پر آپ کی خدمت میں آپ کی وفاداری اور نیک خدمات کی بنا پر پیش کئے گئے ہیں۔ مزید برآں چیف کمشنر کی خواہشات کی بنا پر جیسے کہ موصوف نے ۱۰/ اگست ۱۸۴۸ء کے لیٹر نمبر ۵۷۶ کے مطابق انہوں نے پیغام دیا ہے کہ آپ کو حکومتِ برطانیہ کا رفیق شمار کرنے کے تسلی بخش اطمینان کے طور پر ایک پروانہ بطور ایک علامتی ٹوکن کے ارسال کیا جارہا ہے۔

(کتاب شہادت القرآن صفحہ ۹ نیز ص ۱۴ تصنیف مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

سر ظفر اللہ خان بیان کرتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی زیر قیادت مرزا غلام مرتضیٰ نے فوج کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ملازمت کے دوران کافی سے زیادہ مہمات سر کرنے میں اسے ناموری اور مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کے بعد اس کے فرزند غلام قادر نے انگریز کی قابل قدر خدمات سرانجام دیں جو برطانوی عملداری کی طرف سے قابل تحسین و تعریف تسلیم کی گئیں (بہ حوالہ جریدہ Essence of Islam صفحہ ۸ جلد نمبر ۱ اشاعت ۱۹۷۹ء) ۱۸۷۶ء میں مرزا غلام مرتضیٰ فوت ہو گیا۔ (بہ حوالہ کتاب فضل ربانی سوانح مرزا غلام مرتضیٰ تصنیف فضل احمد مطبوعہ لاہور ۱۸۹۳ء)

اس کے بڑے بیٹے مرزا غلام قادر نے پنجاب کے فنانشل کمشنر مسٹر رابرٹ ایجرٹن Robert Egerton کو اپنے والد کی موت کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے انگریزی سامراج کو اپنے خاندان کی خدمات کی پیش کش کی۔ اپنی خدمات پر دستگیری کے بارے میں اس نے گزارش کی۔ ۲۹ جون ۱۸۷۸ء کے غلام قادر کے نام مسٹر ایجرٹن کے خط کا حوالہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب کاشف الغطاء سے پیش کیا جاتا ہے۔ مسٹر موصوف نے مرزا غلام قادر کے خط کے جواب میں لکھا۔

"میں نے بلا توقف آپ کے خط کا دوسری دفعہ مطالعہ کیا ہے۔ آپ کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات پر

مجھے انتہائی صدمہ ہوا ہے۔ جو حکومت برطانیہ کے خیر خواہ اور معتمد علیہ ہونے کی حیثیت سے فوجی سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی خاندانی خدمات کے زیر التفات آپ کو ٹھیک ٹھیک اسی طرح معزز اور محترم سمجھا جائے گا۔ جو عنایات اور بخشش حکومت برطانیہ کے معتمد علیہ آپ کے والد کو حاصل تھیں۔ جب بھی کوئی مناسب موقع میسر ہوا آپ کے خاندانی بہبود کی بحالی میرے ذہن میں رہے گی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کردار کا مختصر خاکہ:

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان میں پیدا ہوا۔ ایک خانگی اتالیق سے چھ سال کی عمر میں قرآن مجید اور فارسی زبان کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ دس سال کی عمر کا ہوا تو ایک دوسرے اتالیق نے اسے عربی زبان اور اس کی گرائمر کی تعلیم دی۔ سترہ سال کی عمر کو پہنچا تو ایک تیسرے اتالیق کا بندوبست کیا گیا جس نے مرزا کو عربی زبان کے اسباق ترکیبِ کلام یعنی علم نحو Sytox منطق اور طب کی تعلیم دی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا باپ جو برطانوی خدمات کی بنا پر ابتداء ہی سے اپنی کھوئی ہوئی جائیداد کو حاصل کرنے کا دل و جان سے آرزومند تھا۔ اس نے مرزا کو خود اپنی لائن پر لگانے کا انتظام کیا۔ یہ انتظام خاص طور پر اپنے خاندانی مفاد کی خاطر، زراعت کی نگہداشت پر مبنی تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جائیداد کے حصول کی خاطر عدالتوں کے دروازے بے فائدہ کھٹکھٹاتا رہا (تاریخ احمدیت جلد اوّل مرتبہ دوست محمد شاھد قادیانی ربوہ) جائیداد کے حصول میں وہ بری طرح ناکام رہا۔ مرزا کا والد اسے ایک بے کار انسان سمجھتا تھا۔ آخر کار باپ نے اسے ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ کی عدالتوں میں بطور اہلمد (کلرک) جیسے ادنیٰ کام پر مضبوطی سے لگا دیا۔ سیالکوٹ کے قیام کے دوران ہی وہ قانون کے ایک امتحان میں شامل ہوا۔ لیکن مختاری کے اس امتحان میں وہ بری طرح ناکام رہا۔ (کتاب سیرت المہدی جلد اوّل ص ۱۳۵، مرتبہ بشیر احمد قادیانی ایم۔ اے) مرزا سیالکوٹ میں چار سال (۱۸۶۸ء - ۱۸۶۴ء) تک مقیم رہا۔ جہاں عیسائی مشنریوں کے ساتھ اس کے تعلقات قائم ہوئے۔ خاص طور پر اسکاچ مشن پادری اس کے زیادہ قریب تھے۔ مذکورہ پادریوں کے ساتھ مرزا جی کی سیاسی اور مذہبی عنوانات پر گفتگو رہتی۔ جنگ آزادی کے بعد عیسائی مشنریوں نے پنجاب کو، کیڑے مکوڑوں کے ایک جم غفیر کی طرح اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ کیونکہ برطانیہ کی کالونی ساز پالیسی پنجاب کے خطے کو ایک اہم خطہ سمجھ کر اس میں انتہائی دلچسپی لے رہی تھی۔ (ملاحظہ ہو کتاب The crisis of Punjab from 10 of May untill the Fall of Delhi) تصنیف (Fredrick Henry copper) (مطبوعہ لندن۔)

فوجی بغاوت کے بعد "اسباب بغاوت" کے اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور ان سب سے بڑھ کر مذہبی وجوہات کا مطالعہ کرنے اور ان پر غور کرنے کے لئے عیسائی مشنریاں متحرک ہو چکی تھیں۔ اور ہندوستان کو اپنی کالونی بنانے کے فیصلہ کن کھیل کی خاطر یہاں کی مقامی سیاست میں درپیش آنے والے دام ہم رنگ زمین کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھیں۔ (مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو کتاب (2) (The Indian Crisis, A special meeting of the church missionary society at exter Hall on thursday January 12th 1858 London 1858 ii) (3) recent Intelligence special meeting on Indian Crisis. Church missioniary Record. New seriees iii 1858)

برطانوی شہنشاہیت کے استحکام کے بارے میں آراء دینے کی خاطر ۱۸۶۹ء میں عیسائی مشنری پر مشتمل ایک

(بقیہ ص ۳۱ پر)

زبان میری ہے بات ان کی

○ بے نظیر کی سوچ اور اپروچ میں انقلابی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ (فیصل صالح حیات)
ان کی سوچ اور اپروچ میں موچ آگئی ہے۔

○ (سرائے سدھو) پولیس رضاکار کی ۱۲ سالہ بیٹی سے زمینداروں کی اجتماعی زیادتی (ایک خبر)
محنت کر کے نہ کمانے والے ان بجارو سوار کھوتوں کو نتھ ڈالنے والا کوئی نہیں؟

○ نواں شہر (کبیر والہ) ساٹھ سالہ بڑھیا کو ننگا کر کے بازار میں پھرایا گیا (ایک خبر)
پھرانے والوں کی اپنی ماں بہن نہیں ہوگی۔

○ احتساب سے نفرت پھیل رہی ہے (یوسف رضا)
نہیں آپ کو اپنا انجام نظر آرہا ہے۔

○ امریکہ میں پاک فضائیہ کے طیارے سے ہیروئن برآمد، سکواڈرن لیڈر فاروق اور قاسم بھٹی گرفتار (ایک خبر)
لیڈروں کا یہ حال ہے، تو کارکن کیا کرتے ہوں گے!

○ میں محمد کا تسلسل ہوں (اکبر علی کے روزنامہ "پاکستان" کا کالم نگار ابوالحسنین یوسف علی)
مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد کا شاہکار ناہنجار یوسف علی

○ حکومت کا ساتھ دینے پر بعض قوتوں کی حیرانگی افسوس ناک ہے (بے نظیر)
عورت کے مکروفریب سے اللہ بچائے۔

○ ملتان میں پانچ سو روپے شادی ٹیکس نافذ (ایک خبر)
آجا کے غریب ہی مارے جاتے ہیں۔

○ جہانگیر بدر کی پراسرار کینڈا روانگی (ایک خبر)
جہانگیر ڈبدڑ کی پڑاسرڑاڑ کینیڈا رڑوانگی

○ پارٹی کو اظہر سہیل اور باجی کلچر سے آزاد کرالیا (احمد مختار)
مگر بھٹو خاندان کی غلامی کا طوق اب بھی آپ کے گلے میں ہے۔

○ اکادمی ادبیات میں گھپلے، فرزمان بیس لاکھ کا فرنیچر گھر لے گیا۔ (ایک خبر)
تقریباً ہر ادارے کے آفیسرز پاکستان کو یونہی نوچ رہے ہیں۔

○ ایم پی اے کا بھائی خدا یار جوتوں سمیت مسجد میں گھس گیا۔ خطیب پر بری طرح تشدد (ایک خبر)
کیا پاکستان میں ایم پی اے، ایم این اے کے لئے شیطان کی اولاد ہونا ضروری ہے؟

○ میرا میوزک اللہ اور رسول کو پسند ہے (نصرت فتح علی خان)
شام چوراسی کے میراثی کو مارو کوڑے پورے پچاسی
○ بے نظیر نے آٹھویں ترمیم ختم کرا کے صدر کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے (اعجاز الحق)
دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ میرے والد دس سال بعد یہ ترمیم ختم کرنے والے تھے
○ عورت کو وزیر خوراک بنانے سے برکت ختم ہو گئی (فضل الرحمن)
اور عورت کو سربراہ بنانے سے رحمت برس رہی تھی!
○ عاصمہ جہانگیر ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تنخواہ دار منیجر کا کردار ادا کر رہی ہے (ترجمان اسلامک وومن رائٹس)
اس حرافہ اور دوزخ کی ڈنبی کا ناطقہ بند کر دینا چاہیے۔
○ ٹریفک پولیس کی کرپشن سالانہ ساٹھ کروڑ روپے تک پہنچ گئی (ایک ٹرانسپورٹر)
ہے کوئی حکمران جو پولیس کا پیٹ کمر سے لگا دے!
○ جھونپڑی میں سوتا ہوں۔ جانوروں کے ساتھ رہتا ہوں (کھر)
کرتوتوں سے پتہ چل رہا ہے
○ احتساب بنچ نے پیپلز پارٹی دور کے دو وزیروں سے ایک کروڑ روپیہ لکھوایا (ایک خبر)
باقی حرام خور قومی مجرموں سے بھی ملکی دولت واپس لیں
○ ہزاروں ایرانیوں کا مکہ مکرمہ میں مظاہرہ (ایک خبر)
عبادت کے دوران سیاسی مظاہرہ، فساد کے سوا اور کیا ہے؟
○ گھر سے بھاگ کر خفیہ شادیاں کرنے والی عورتیں بدکار ہیں (عبدالوحید روپڑی)
اور انہیں پناہ دینے والے ادارے رنڈی خانے سے بدتر ہیں
○ عبداللہ شاہ کو اشتہاری مجرم قرار دے دیا گیا (ایک خبر)
اسے ملک سے فرار ہونے کا موقع دینے کا مجرم کون ہے؟
○ عورت آزاد ہے اسے بھی فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہیئے۔ (عاصمہ جہانگیر)
پھر چوری کرنے والا چور بھی آزاد ہے اسے بھی فیصلے کا حق ہونا چاہیے۔
○ ایچیسن کالج میں جنسی تعلیم دی جاتی ہے (ایک وکیل کی رٹ)
اور وہاں قرآن مجید کی تفسیر پڑھائی جائے گی؟
○ تھانیدار کے ہاتھوں بھائی کے قتل نے حلوائی سے مجرم بنا دیا (ناجی بٹ)
پولیس کا ہے فرض، مدد آپ کی

○ نواز شریف کی تقریر سے میری تبدیلی کا کوئی اشارہ نہیں ملتا (گورنر شاہد حامد)
کبوتر آنکھیں بند کر لے، بلّی آنے والی ہے

○ کراچی میں ملک کا پہلا ڈانس کلب، جوڑوں کو شراب اور اچھل کود کی کھلی چھٹی، ایک صوبائی وزیر نے بھی شراب و شباب کے مزے لوٹے (ایک خبر)
وزیراعظم صاحب! آپ تو خلافت راشدہ کا نظام لارہے تھے!

○ صدر لغاری سچے عاشق رسولؐ ہیں (معراج خالد)
رسول کریم ﷺ ستو اور کھجور پر گزارا کرتے تھے۔ عاشق سوا دو لاکھ کا تیتر کھاتا ہے۔

○ ضیاء الحق بھی دس سال بعد آٹھویں ترمیم کے آئین سے اخراج کے حق میں تھے۔ (اعجاز الحق)
بے نظیر کے زوال پر آپ نے کہا تھا "آٹھویں ترمیم میرے باپ کا قوم پر احسان ہے"

○ میری آواز، اسلام کی پہچان ہے (نصرت فتح علی)
رات کے تاریک سناٹوں کی پیداوار...... اور اسلام کی پہچان!

○ آٹا بیس روپے کلو، شدید ہنگامے، توڑ پھوڑ، فائرنگ (ایک خبر)
بیس روپے کلو آٹا اس پر کیوں ہو سناٹا

(بقیہ از ص ۲۸)

پرائیویٹ کمیشن نے اسباب بغاوت ہند پر تحقیق کرنے کی خاطر بہت سے مقامات کا دورہ کیا۔ مختلف اجلاس بلانے کے اہتمام کئے۔ برطانوی سونئر افسران، وزرات انتظامیہ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز فوجی افسران اور صیغہ کار خاص Secret Service کے افسران کے ساتھ بھی صلاح مشورے ہوئے۔ ان صلاح مشوروں کا سب سے اہم مقصد مذہب پر مشتمل وہ سیاسی مسائل تھے جو برطانوی اقتدار کے لئے ہندوستان میں قوی الاثر خوف و ہراس کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں اس (خوف و ہراس) کے نتیجے میں لندن کے اندر ۱۸۷۰ء میں ایک کانفرنس بلائی گئی۔ کمیشن کے نمائندوں کے علاوہ مستقل اور ہمہ وقتی مشنری قائدین نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ مذکورہ اجلاس میں کمیشن اور مشنری کے نمائندوں نے اپنی علیحدہ رپورٹیں پیش کیں۔ بعد ازاں یہ رپورٹیں The Arrival of British Empire in India کے عنوان سے خفیہ اور رازدارانہ استعمال کے لئے شائع کر دی گئی۔ (ملاحظہ ہو کتاب قادیان سے اسرائیل تک تصنیف ابو مدثرہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ، بخاری اکیڈمی ملتان) نیچے مذکورہ رپورٹ کا خلاصہ پیش خدمت ہے جس میں "رسول" یا "نبی" پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے جو برٹش سامراج کے مذموم سیاسی مقاصد کی خدمت کر سکتا ہو۔

(ملاحظہ ہو Church Missionary Intelligence, Files of Church of England Magzine, Review, Church Missionery Record مذکورہ جرائد برطانوی سامراج کی اس خوشامدانہ ضرورت کی توثیق کرتے ہیں)

دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست

الیکشن 1997ء کے نتائج اگرچہ سیاسی لحاظ سے حیران کن ہیں لیکن دینی لحاظ سے یہ ہمارے لئے اور دوسرے بہت سے سوچنے سمجھنے والوں کےلئے ہرگز غیر متوقع نہیں اور الیکشن سے پہلے ہی یہ صاف نظر آرہا تھا کہ سیاسی لحاظ سے روبہ زوال دینی جماعتوں کے جو چند افراد پچھلی اسمبلی میں پہنچ گئے تھے وہ بھی اب شائد نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ وہی ہوا اور یہ نتائج ہمارے لئے نہیں خود دینی جماعتوں کے لئے بھی غیر متوقع نہیں تھے۔ چنانچہ کچھ دینی جماعتوں نے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا اور بالواسطہ یہ بھی تسلیم کیا کہ اگر وہ الیکشن میں حصہ لیتیں اور چند نشستیں جیت بھی لیتیں تو اس سے صورت حال پر کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔ کیا دینی جماعتیں اس صورت حال سے سبق سیکھنے پر تیار ہیں؟ اخباری اطلاعات مظہر ہیں کہ پیپلز پارٹی جیسی جماعت میں، جس کا مزاج جمہوری ہے اور نہ جس میں کبھی انتخابات ہوئے ہیں، یہ ہوا ہے کہ پارٹی کی سربراہ نے انتخابات میں شکست کے بعد پارٹی کی مجلس منتظمہ کا اجلاس بلایا اور اس میں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا تاکہ پارٹی نئی قیادت منتخب کر کے نئی حکمت عملی وضع کر سکے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری دینی جماعتوں میں پیپلز پارٹی جیسی سیکولر اور غیر جمہوری جماعت جیسی اصول پسندی بھی نہیں کہ وہ اپنی جماعتوں کی شوریٰ کا اجلاس بلائیں اور اس میں اپنے استعفے پیش کر دیں تاکہ یہ جماعتیں قیادت کی تبدیلی کے بعد کسی نئی حکمت عملی پر غور کر سکیں؟ سوال یہ ہے کہ نفاذ دین بذریعہ انتخابی سیاست، کی حکمت عملی کیا قرآن میں نازل ہوئی ہے کہ اسے بدلنے پر غور نہیں ہو سکتا؟ آخر کیوں دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین اس پر نظر ثانی کرنے پر تیار نہیں اور نہ ہی اتنی ناکامیوں کے بعد وہ قیادت سے دست بردار ہونے پر وہ راضی ہیں؟ بعض لوگ اس کی وجہ حُبِ جاہ و منصب بتاتے ہیں لیکن ہمارا دل اس وجہ کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ کرے یہ غلط ہی ہو۔ اس کے دیگر اسباب پر غور کیا جائے تو وہ ہمارے نزدیک دو ہیں ایک فکری جمود اور دوسرے کوتاہ ہمتی۔ جہاں تک فکری جمود کا تعلق ہیں تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ نفاذ اسلام بذریعہ انتخابی سیاست کی حکمت عملی دینی جماعتوں نے پہلی جنگ عظیم کے بعد اس وقت اپنائی جب استعمار نے مغربی طرز کی جمہوریت کو اپنے زیر نگیں مسلم ممالک میں رائج کیا اور پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد جب انہیں ان مسلم ممالک کو خیر باد کہنا پڑا تو ان کے بعد مسلم حکمرانوں نے ان کے تتبع میں اسی سیاسی نظام کو اپنے ہاں جاری و ساری رکھا۔ اس وقت دینی جماعتوں نے انتخابی سیاست میں یہ سوچ کر حصہ لینا شروع کیا کہ شاید اس طرح وہ رائے عامہ کی سیاسی تربیت کر کے ان کی مدد سے اقتدار حاصل کر لیں اور پھر اقتدار کی قوت کو مسلم معاشرے میں اسلام کے نفاذ کے لئے استعمال کریں۔

دینی عناصر کیوں نہیں سوچتے کہ تیرہ سو سال تک عالم اسلام میں علماء و صلحاء نے متفقہ طور پر اس پالیسی (یعنی معاشرے میں نفاذ اسلام کےلئے مسلم حکمرانوں کا براہ راست مدمقابل بن کر جدوجہد کرنا اور طالب اقتدار ہونا) پر عمل نہیں کیا تو وہ بے وقوف نہ تھے؟ سوچ سمجھ سے عاری نہ تھے؟ وہ بھی ایک حکمت عملی تھی، اس کا بھی کوئی

جواز تھا! ان کے سامنے بھی کچھ مصالح تھے! بے شک اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اب حالات بدل گئے ہیں اور سیاسی حکمت عملی کوئی مخصوص چیز نہیں، حالات بدلنے کے ساتھ اسے بدلا جاسکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس دلیل کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو بھی خود اس دلیل کا یہ تقاضا ہے کہ چونکہ موجودہ حکمت عملی انسانوں کی وضع کردہ تھی اور کامیاب ثابت نہیں ہوئی لہذا اب اس حکمت عملی کو ترک کر کے نئی حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہر عمل کا کوئی جواز ہوتا ہے۔ لیکن اس فکری جمود کا کوئی جواز نہیں کہ ایک حکمت عملی ستر برس کے تجربے سے ناکام ثابت ہوچکی ہے لیکن دینی عناصر اس سے چمٹے ہوئے ہیں اور اسے چھوڑنے پر تیار نہیں۔ پاکستان میں مولانا مودودی مرحوم نے 1948ء میں جب یہ حکمت عملی اپنائی تھی تو اس وقت ترجمان القرآن میں لکھا تھا کہ ہم یہ حکمت عملی اس مفروضے پر اپنا رہے ہیں کہ پاکستان کے مسلمان بالفعل اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ (کیونکہ انہی کے بے مثل تعاون سے مسلم لیگ کلمہ طیبہ کے نعرے پر پاکستان بنانے میں کامیاب ہوئی تھی) لیکن اگر تجربے سے یہ بات غلط ثابت ہوگئی تو ہم دوبارہ اپنی پہلی حکمت عملی پر لوٹ جائیں گے یعنی مسلم معاشرے کو جڑ بنیاد سے ٹھیک کرنا اور پھر اس کی بنیاد پر معاشرے میں اسلامی انقلاب برپا کرنا۔ 1970ء کے انتخابات میں ناکامی کے بعد انہوں نے اس پالیسی کے غلط ہونے کو آف دی ریکارڈ تسلیم کرلیا لیکن وہ مختلف مصالح کی بناء پر پبلک میں اس کا اعلان نہ کرسکے۔

ہم طاہر القادری صاحب کی دینی فکر سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی ہمت کی داد دیتے ہیں کہ ایک ہی الیکشن میں ناکامی کے بعد انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس طریق کار سے کامیابی ممکن نہیں، لٰہذا انہوں نے راستہ بدل لیا اور دوبارہ تعلیم و تربیت کے میدان کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن یہ بات کتنی قابل افسوس ہے کہ باقی ساری دینی جماعتیں ہر دفعہ شکست کھاتی ہیں اور ہر دفعہ شکست کے بعد اپنے سادہ لوح کارکنوں کو کوئی نہ کوئی لوری سنا کر مطمئن کرتی ہیں اور اگلے الیکشن میں پھر کھڑی ہوجاتی ہیں۔ پھر شکست کھاتی ہیں، بار بار شکست کھاتی ہیں۔ لیکن سبق سیکھنے کو تیار نہیں اور اپنی روش بدلنے پر تیار نہیں۔ ان کے حق میں دعائے خیر ہی کی جاسکتی ہے۔ دینی عناصر کی مسلسل انتخابی ناکامیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ایک خطرناک رجحان کی طرف ہم یہاں اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان ناکامیوں کے نتیجے میں بعض عناصر میں "اسلامی انقلاب" بذریعہ احتجاج کا رویہ نہ صرف پیدا ہوچکا ہے بلکہ اب وہ اپنے رستے تلاش کر رہا ہے۔ اس ضمن میں جماعت اسلامی اور ایک صوفی فرقے نقشبندیہ اویسیہ (جس کے سربراہ مولانا محمد اکرم اعوان ہیں اور وہ تحریک تبدیلی نظام، کے نام سے کام کر رہے ہیں) کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ رجحان خطرناک بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ خطرناک اس لئے کہ اس کا نتیجہ بالعموم تخت یا تختہ ہوتا ہے اور آج کل کی طاقت ور ریاست (اور اس کے منظم ادارے جیسے فوج اور سیکورٹی کے دیگر ادارے اور ایجنسیاں وغیرہ) اور اسلام دشمن سپر طاقتوں کی وجہ سے اس امر کا ایک فیصد امکان بھی نہیں کہ یہ گروپ تخت حاصل کرلیں گے۔ البتہ بہت سے لوگ تختۂ دار کی نذر ضرور ہوجائیں گے۔ یہ نقصان دہ اس لئے بھی ہے کہ اس وقت دینی عناصر کو اس لئے ہر قسم کی سرگرمیوں کی اجازت ہے کہ ان کی پرامن جمہوری سرگرمیوں کی وجہ سے اسٹیبلشمنٹ انہیں ناپسند کرنے کے باوجود برداشت کرنے پر مجبور ہے تاہم جوں ہی انہوں نے احتجاج اور ہنگاموں کا راستہ اختیار کیا، اسٹیبلشمنٹ کو انہیں کچلنے کا بہانہ مل جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے ہاں، اسلامی انقلاب بذریعہ احتجاج، کی

ایک تاریخ بھی ہے۔ اس کا نعرہ سب سے پہلے ڈاکٹر اسرار صاحب نے لگایا تھا اور کمزور تاویلوں سے اسے اسوۂ نبی قرار دیا تھا لیکن وہ کوئی قابل ذکر جمیعت اکٹھی نہ کرسکے لہذا ان کا نعرہ ایک کتابی نظریہ بن کر رہ گیا۔ بعد میں جماعت اسلامی کے ایک سابق کارکن صوفی محمد سرحدی ریاستوں میں ایک تحریک اس غرض کے لئے منظم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور چونکہ، اسلامی انقلاب بذریعہ احتجاج اور طاقت، میں دو چیزیں درکار ہوتی ہیں۔ ایک فرد اور دوسرے اسلحہ، اتفاق سے یہ دونوں انہیں میسر تھیں۔ لہذا انہوں نے ایک مناسب موقع دیکھ کر بزن کا نعرہ لگادیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست اپنی ساری قوت سمیت ان پر حملہ آور ہوگئی۔ انہیں ہیوی مشین گنوں اور جنگی ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ کچل دیا گیا۔ بیسیوں شہید کردیئے گئے، سینکڑوں کے گھر جلادیئے گئے اور ہزاروں گرفتار کرلئے گئے اور ستم ظریفی یہ کہ ملک کی ساری دینی جماعتوں نے محض ہلکے پھلکے اخباری بیانات کے ذریعے ان کی مدد کی۔ شیعہ حضرات نے اس حکمت عملی کو محدود مقاصد کے لئے پرامن رہ کر کامیابی سے استعمال کیا۔ وہ حکومت کے ساتھ تصادم سے اس لئے بچ گئے کہ اس وقت کے مصلحت پسند حکمرانوں نے ان کے پس پردہ طاقتوں کو چیلنج کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس وقت جماعت اسلامی اور تحریک تبدیلیٔ نظام جس راستے پر چل پڑی ہیں، ہمیں اس پر تشویش اسلئے ہے کہ اس سے نہ صرف انہیں نقصان ہوگا بلکہ اس سے دینی کاز کو بھی ضرور نقصان پہنچے گا۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے دھرنوں نے بے نظیر کی جابر اور نامقبول حکومت کو چلتا کیا ہے اور وہ نواز شریف کو بھی صرف چھ مہینے دے رہے ہیں ورنہ ان کے بقول اسلام آباد پر یلغار ہوگی۔ ہم اسے جماعت اسلامی کی کامیابی ہرگز نہیں سمجھتے۔ ان کے پیشتر و اخوان المسلمون نے اپنے قیام کے محض سات آٹھ سال بعد مصر میں نقری پاشا کی حکومت ہنگاموں کے ذریعے الٹ دی تھی۔ قاضی صاحب نے پچاس سال بعد ایک حکومت کا تختہ، اگر ان کے بقول الٹ بھی دیا ہے تو یہ کارنامہ نہیں، مقام فکر ہے۔ کیونکہ نقری پاشا کی حکومت الٹنے کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ اسٹیبلشمنٹ اور اسلام دشمن سپر طاقتیں الرٹ ہوگئیں اور اخوان کو کچل دیا گیا۔ ہمیں خطرہ ہے کہ اب بھی یہی ہوگا۔ قاضی صاحب کے دھرنوں اور یلغاروں سے اسٹیبلشمنٹ جب ان کے پرامن جمہوری رویے سے مایوس ہوجائے گی تو پھر انہیں بھی کچل دیا جائے گا۔ اس لئے دینی عناصر کا فرض ہے کہ وہ ہوشمندی سے کام لیں اور تاریخ سے سبق سیکھیں۔ اس ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ انتخابی سیاست سے مایوس ہونے کا حل یہ نہیں کہ، اسلامی انقلاب بذریعہ احتجاج کا راستہ اپنایا جائے۔ بلکہ یہ کہ دعوت و تربیت کا رستہ اپنایا جائے۔ جس پر ہمارے اسلاف پچھلے تیرہ سو سال سے کاربند چلے آرہے ہیں اور انتخابی سیاست کو چھوڑ کر غیر انتخابی سیاست کا رستہ اختیار کیا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ دینی جماعتیں اس امر پر غور کرنے پر تیار ہوجائیں کہ نفاذ اسلام بذریعہ انتخابی سیاست، کی حکمت عملی ناکام ہوچکی ہے اور آئندہ غیر انتخابی سیاست کرنا ہوگی اور دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کی طرف لوٹ جانا ہوگا، تو کام کے بے شمار راستے انہیں سوجھیں گے اور کام کے ایسے ایسے میدان ان کے سامنے آئیں گے کہ وہ حیران ہوں گے کہ وہ آج تک ان سے غافل کیسے تھے؟

ویسے بھی حقیقت یہی ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں صاف کہا ہے کہ اس

(بقیہ ص ۴۹ پر)

آئی ایم ایف ، عالمی ، مالیاتی پولیس میں

لاطینی امریکہ کے ملک وینزویلا میں ۱۹۸۹ء میں تین سو سے زائد افراد حکومت مخالف فسادات کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ یہ فسادات آئی۔ ایم۔ ایف (بین الاقوامی مالیاتی فنڈ) کے تجویز کردہ، کفایت شعاری پر مبنی سخت گیر اقتصادی پروگرام کے نتیجے میں پھوٹ پڑے تھے۔ "آئی۔ ایم۔ ایف فسادات"، ارجنٹائن، پیرو، اردن، مصر، زمبیا، اور ڈومینیکن ریپبلک میں بھی ہو چکے ہیں۔ آئی۔ ایم۔ ایف کی پالیسیوں کے نتیجے میں غذائی اشیاء اور تیل کی قیمتوں میں جو اضافہ ہوا، لوگ اس کے خلاف احتجاج کے لئے سڑکوں پر آ گئے تھے۔ آئی۔ ایم۔ ایف کے Adjustmet پروگرام..... حکومتی اخراجات میں کمی اور ٹیکسوں میں اضافہ چاہتے ہیں۔ تاکہ قرض ادا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم موجود ہو۔ حکومتی اخراجات میں کمی کے باعث طب و صحت، تعلیم اور رہائشی سہولتوں کے پروگرام متاثر ہوتے ہیں۔

آئی۔ ایم۔ ایف اپنے اس امیج سے بخوبی آگاہ ہے کہ وہ شمال کے امیر ملکوں اور تجارتی بنکوں کے لئے روپیہ جمع کرنے کا ایک بے حس ادارہ ہے۔ کچھ عرصے سے ادارے کے کارپردازوں کی زبان میں کچھ تبدیلی آئی ہے اور سماجی تحفظ کے انتظامات کی ضرورت کو کسی حد تک تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر اس کی بنیادی پالیسیوں اور کام کرنے کے طریقوں میں چنداں کوئی فرق نہیں آیا۔

آئی۔ ایم۔ ایف ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عوام کے ٹیکسوں سے چلتا ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ عوام کی جانب سے کسی جانچ پڑتال سے ماورا ہے۔ ایک ہزار سے زائد ماہرین اقتصادیات پر مشتمل اس کا عملہ مقروض ملکوں کی معیشت پر قابل لحاظ اثر رکھتا ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جن ملکوں کے لئے یہ ماہرین اقتصادیات پالیسیاں بناتے ہیں ان ملکوں کے بارے میں انہیں شاذ ہی کوئی عملی تجربہ ہوتا ہے۔

آئی۔ ایم۔ ایف کیا ہے اور کیسے وجود میں آیا؟ آئی ایم ایف کیا کرتا ہے اور اس کی پالیسیوں سے غریب کس طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اور آخری بات یہ کہ ان پالیسیوں کو بدلنے میں آپ اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟

آئی۔ ایم۔ ایف کیا ہے؟

آئی۔ ایم۔ ایف ایک بین الاقوامی مالیاتی ادارہ ہے جس کا مرکزی دفتر واشنگٹن ڈی۔ سی۔ میں ہے۔ اس کا مقصد وجود عالمی معیشت کو صحیح طور پر چلنے میں مدد دینا ہے تاکہ بین الاقوامی تجارت اور سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا رہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ملک اس ادارے سے منسلک ہیں۔ لیکن زیادہ تر سرمایہ امیر صنعتی ملکوں کا ہے جو نتیجتاً اس ادارے کو کنٹرول کرتے ہیں۔ تقریباً پچاس سال ہو رہے ہیں جب بریٹن وڈز (Bretton woods) نیو ہمپشائر میں اتحادی طاقتوں کی ایک کانفرنس میں آئی۔ ایم۔ ایف اور اس کا برادر ادارہ ورلڈ بنک قائم کیے گئے تھے۔ اس پس منظر میں آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بنک کو اکثر "بریٹن وڈز ادارے" کہا جاتا ہے۔ کانفرنس کے

وقت اتحادی حکومتوں کی سوچ یہ تھی کہ ۱۹۳۰ء کے عشرے کی وہ کساد بازاری دوبارہ پیدا نہ ہو، جب صنعتی ملکوں کی تامینی پالیسیوں نے بین الاقوامی کاروبار میں خلل پیدا کیا تھا اور پوری دنیا کساد بازاری کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔

ابتداء میں ورلڈ بنک کا مقصد دوسری عالمی جنگ سے تباہ شدہ یورپ کی تعمیر نو میں سہولت پیدا کرنا تھا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنا کردار بڑھا کر ترقیاتی بنک کی حیثیت اختیار کر لی اور دنیا کے غریب ملکوں میں اقتصادی ترقیاتی منصوبوں کے لئے قرض دینے لگا۔ اس کے برعکس آئی ایم ایف ان ملکوں کو قلیل المیعاد قرضے جاری کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا، جن کے پاس غیر ملکی کرنسی میں رقم نہ ہو، جو ان کی بین الاقوامی تجارت کے لئے ضروری ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف کا ہر رکن ملک اپنی کرنسی میں کچھ رقم ادا کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ ملک کسی بھی کرنسی میں آئی ایم ایف سے ادھار لینے کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے۔ غیر ملکی کرنسی میں ادھار ملنے کی یہ خوبی کسی ملک کو زرمبادلہ کے بحرانی دور میں (جب اسے اچانک کوئی ضرورت آ پڑے، اور ضروری درآمدات کے لیے اس کے پاس ڈالروں یا کسی دوسری بین الاقوامی کرنسی میں رقم موجود نہ ہو) صورت حال پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے۔ اگر کوئی ملک اپنے کوٹہ سے زیادہ ادھار لیتا ہے تو آئی ایم ایف کی طرف سے طے کردہ شرائط کی اسے سختی سے پابندی کرنا ہوگی۔ کیوں کہ بین الاقوامی قرضوں کی واپسی ڈالروں یا دوسری بین الاقوامی کرنسیوں ہی میں ہوتی ہے۔ مقروض ملک کو اپنی برآمدات سے اتنی رقم لازماً کمانا چاہیے تا کہ وہ قرض اور اس کا سود ادا کرنے کی پوزیشن میں ہو۔

آئی۔ ایم۔ ایف کا کردار کیا ہے؟

کچھ عرصہ پہلے تک آئی۔ ایم۔ ایف پر لکھنے والوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی۔ لیکن ۱۹۸۲ء میں اس وقت آئی۔ ایم۔ ایف سب کی نظروں میں آ گیا جب عالمی سطح پر قرضوں کا بحران شروع ہوا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں افراطِ زر میں اضافہ روکنے کے لیے جو پالیسیاں اپنائی گئیں، ان کے نتیجہ میں شرحِ سود میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور شرحِ سود کے اضافے سے میکسیکو، برازیل اور فلپائن جیسے ملکوں کے قرضے آسمان سے باتیں کرنے لگے، کیوں کہ انہوں نے متغیر شرح سود پر بہت زیادہ قرضے لے رکھے تھے۔

اسی اثناء میں صنعتی ملکوں میں کساد بازاری سے مقروض ملکوں کی برآمدات (معدنیات، زرعی اشیاء اور چھوٹی موٹی مصنوعات) کی طلب اور قیمتیں دونوں بہت زیادہ ہو گئیں۔ جب سود کی مقدار ڈرامائی طور پر بڑھ گئی تو مقروض ملکوں کی برآمدات سے حاصل ہونے والی آمدنی میں نمایاں طور پر کمی ہو گئی۔ قرض دینے والوں کو خوف لاحق ہو گیا کہ بڑے بڑے مقروض اپنی ادائیگیاں نہ کر سکیں گے، ان کی جانب سے یکے بعد دیگرے عدم ادائیگی کی لہر سے بین الاقوامی مالیاتی نظام تباہ ہو جائے گا۔

آئی۔ ایم۔ ایف نے مداخلت کی اور سخت مقروض ملکوں کو فوری نادہندگی سے بچانے کی خاطر تجارتی بنکوں سے ان کے لیے قرضوں کا اہتمام کیا۔ نئے قرضوں کے نتیجے میں، قرض لینے والے ملکوں کو کفایت شعاری اور بجٹ کاٹنے کے سخت اقدامات کرنے پڑے۔ آئی۔ ایم۔ ایف نے حکومتی اخراجات میں کافی کمی کرنے پر اصرار کیا، تاکہ قرض کی ادائیگی کے لیے رقم بچ سکے۔ آئی ایم ایف اور اس کے بڑے بڑے شراکت دار ممالک کی اولین ترجیح قرضوں کا واپس لینا ہے۔ مگر مذکورہ انتظامات نے ترقی پذیر ممالک کو مزید مقروض بنایا، جب کہ ان کی معیشت کساد بازاری کا شکار ہو گئی۔

اپنے اخراجات کم کرنے کی خاطر، مقروض قوموں نے صنعتی ملکوں سے در آمدات کم کردیں۔۱۹۸۵ء تک اس کے نتیجے میں صرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں دس لاکھ سے زائد افراد بے روزگار ہوئے۔ مقروض ملکوں میں بنیادی ڈھانچے پر خرچ کی واقعی ضرورت کے باوجود خرچ نہ ہوا۔ نتیجے میں ان کی پیداواری صلاحیت گر گئی۔ یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ قلیل المیعاد Liquidity کی کمی کا نہیں، بلکہ طویل المیعاد اقتصادی ترقی کی ضرورت ہے۔

قرض مزید بڑھ گئے

اگرچہ تجارتی بنکوں نے قرض دینے کے معاہدوں سے حاصل ہونے والے کمیشنوں سے اتنامنافع کمایا، جتنا انہوں نے پہلے کبھی نہ کمایا تھا۔ لیکن وہ تیسری دنیا کو قرض دینے کے کاروبار سے الگ ہوجانے کے لیے بے تاب تھے۔ چنانچہ آئی۔ ایم۔ ایف کی برادر تنظیم ورلڈ بنک مختلف حکومتوں کے لیے ترقیاتی رقم کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ ورلڈ بنک سڑکوں، پن بجلی کے بندوں اور صحت کے پروگراموں کے لیے قرض دیتا ہے لیکن ۱۹۸۰ء کے عشرے کے آغاز سے اس نے بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردوبدل کے پروگراموں Structural Adjeistment Programs کےلئے قرضے فراہم کیے ہیں۔ یہ متنازع قرضے مقروض ملکوں نے پرانے قرض اتارنے کے لیے بھی خرچ کیے ہیں۔

"بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردوبدل کے پروگرام" سڑکوں یا آبی ذخیروں کی تعمیر جیسے پروجیکٹ نہیں، بلکہ ایسے قرضے ہیں جو اقتصادی پالیسیوں میں دور رس اور اکثر مشکل اور سخت تبدیلیاں لانے میں کسی ملک کی مدد کرتے ہیں۔ آزاد منڈی کی معیشت (جس کے ساتھ یہ قرضے منسلک ہوتے ہیں) کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ اس سے حکومتی سرمایہ بچے گا اور آخر الامر اس سے پیداواری قوت اور فعالیت میں اضافہ ہوگا۔ نظری طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ان تبدیلیوں سے مزید ٹیکس جمع ہوں گے جو بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردوبدل کےلیے دیے گئے قرض واپس کرنے میں ملک کی مدد کریں گے۔ مگر عملاً صورت حال یہ ہے کہ بری طرح قرضے میں جکڑے ہوئے ملک دس سال میں نئے قرض لے کر نہ تو غربت میں کمی کرسکے ہیں اور نہ قرض اتار سکے ہیں جو ان کی معیشت کے لیے ناقابل برداشت بوجھ ہے۔

آئی۔ ایم۔ ایف، ورلڈ بنک کی نسبت بہت کم رقم قرض دیتا ہے، مگر مقروض ملکوں کے اقتصادی پروگرام ترتیب دینے میں کہیں بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف اب عالمی مالیاتی پولیس مین کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ مقروض ملکوں سے اپنی پالیسیاں منواتا ہے۔ تاکہ اس بات کی ضمانت رہے کہ وہ اپنے قرضے ادا کرتے رہیں گے۔ اکثر اوقات کسی ملک کےلیے تجارتی بنکوں کے قرضے اور ترقیاتی امداد روک لی جاتی ہے، تاوقتیکہ متعلقہ ملک آئی ایم ایف کے ساتھ اقتصادی پروگرام طے نہ کرلے۔ اس طرح آئی ایم ایف کو بے پناہ طاقت حاصل ہوگئی ہے کیوں کہ قرضوں میں جکڑے ہوئے ملک اپنی معیشت کو چلانے کے لیے قرضوں اور امداد پر انحصار کرتے ہیں۔ آئی ایم ایف کی ان پالیسیوں کی وجہ جواز یہ ہے کہ کوئی ملک ہمیشہ کےلیے اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہر ملک کو "ردوبدل" کرتے ہوئے اپنی عادتیں بدلنا ہیں۔ مگر جو چیز آئی ایم ایف کی توجہ حاصل نہیں کرتی وہ یہ ہے کہ قرض پر چڑھنے والے سود کی رقم کم کی جائے۔ اور یہ ورلڈ بنک کی طرح "بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردوبدل کے

پروگراموں" کو اہمیت دے رہا ہے۔ان پروگراموں کے ساتھ بالعموم حسب ذیل شرائط لگی ہوتی ہیں۔
(۱) درآمدی اشیاء پر ٹیکس ختم کرنا تاکہ غیر ملکی تجارتی اداروں کے لیے اپنی اشیاء اور خدمات فروخت کرنا آسان تر ہوجائے۔
(۲) کرنسی کی شرح تبادلہ میں کمی جس سے درآمدات مزید مہنگی ہوجاتی ہیں اور برآمدات سستی۔
(۳) خوراک اور زرعی اشیاء پر حکومتی رعایت کا خاتمہ، جس سے کسان متاثر ہوتے ہیں۔ نیز افلاس اور بھوک میں اضافہ ہوتا ہے۔
(۴) حکومتی اخراجات میں کمی، زیادہ تر صحت، تعلیم اور رہائشی سہولتوں کے شعبے میں۔
(۵) اجرتوں کے کنٹرول کا نفاذ، جس سے مزدوروں کی حقیقی آمدنی کم ہوجاتی ہے۔
(۶) ملکی قرضوں پر سخت پابندیاں جن سے کاروباری امکانات کم ہوجاتے ہیں۔ بالخصوص خواتین اور چھوٹے کاروبار کے لیے۔
(۷) ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی رقم میں اضافہ جو اکثر تیل کی قیمت اور سیلز ٹیکس میں اضافے سے کیا جاتا ہے اور آبادی کا غریب طبقہ نسبتاً زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی طرف سے غربت کے خاتمے کے لیے زبانی جمع خرچ کے علی الرغم مذکورہ بالا پالیسیوں سے غریبوں کے لیے مشکلات میں اضافہ ہوا ہے اور ماحول کو نقصان پہنچا ہے۔ ایک طرف مقروض ملکوں کو مجبور کیا جارہا ہے کہ وہ اپنی معیشتوں کو عالمی مقابلے کے لیے کھول دیں۔ دوسری طرف صنعتی ملک ان ملکوں کی برآمدات کے لیے بدستور تجارتی رکاوٹیں قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس صورت حال کا اصل فائدہ ان کثیر الملکی کارپوریشنوں (ملٹی نیشنل کمپنیوں) کو حاصل ہورہا ہے جو یکساں آسانی کے ساتھ ترقی پزیر اور ترقی یافتہ ملکوں میں کاروبار کرتی ہیں۔

آئی ایم ایف کی "دفعات معاہدہ" کے مطابق اسے اپنے رکن ملکوں کو...... "ان کی ادائیگیوں کے توازن کی کمزوریاں درست کرنے کے لیے اس طرح موقع دینا چاہیے کہ کوئی اقدام بین الاقوامی یا قومی خوشحالی کے لیے تباہ کن نہ ہو۔"

متاثر کون ہوتا ہے؟

قرضوں کے بحران سے جنم لینے والی "کفایت شعاری" سے جو لوگ سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، ان میں سر فہرست وہ ہیں جو بمشکل جان و تن کا رشتہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ فلپائن کی تنظیم "اتحاد برائے نجات از قرض" کے سربراہ نے اپنے ملک میں بنیادی ڈھانچے میں تبدیلیوں کے پروگراموں کو سکولوں، گھروں اور ملازمت سے لوگوں کو ہٹانے اور انتہائی صورتوں میں زندگی سے محروم کیے جانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

پیرو میں صدر فیوجی موری نے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم بچانے، افراط زر پر قابو پانے، قیمتیں مستحکم کرنے اور سب سے بڑھ کر قرض دینے والے ملکوں کی خوشنودی کے لیے اپنی قوم پر سادگی اور کفایت شعاری مسلط کی۔ انہوں نے تعلیم، صحت عامہ، رہائش اور خوراک میں رعایت جیسی مدات پر حکومتی اخراجات کم کر دیے۔ انہوں نے اجرتوں کی کم سے کم سطح ختم کر دی، مگر قیمتوں کو بڑھنے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گیس کی قیمت میں تین ہزار فی صد، پانی اور بجلی میں ۱۲ فی صد اور بنیادی اشیاء صرف کی قیمتوں میں دس فیصد اضافہ ہوگیا۔ یہ تھی آزاد منڈی کی معیشت۔ پیرو کے لوگوں کی اکثریت کے لیے "فیوجی موری دھچکا" کے اثرات تباہ کن ثابت ہوئے۔ ایک اندازے

کے مطابق ملک کی نصف سے زائد آبادی (ایک کروڑ تیس لاکھ افراد) افسوس ناک افلاس کا شکار ہے۔ صحت عامہ کے منصوبوں میں کٹوتی سے عملاً یہ شعبہ دم توڑ گیا ہے۔ ہیضہ، تپ دق، پیچش اور جذام جیسی بیماریوں سے ہزاروں افراد لقمہ اجل بنتے ہیں۔ زیادہ تر مرنے والے غریب طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو علاج معالجہ کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ یونیسف کی جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق پانچ برس سے کم عمر کے بچوں میں دس لاکھ کو مناسب خوراک نہیں ملتی۔ قرض ادا کرنے کی غرض سے خوراک اور صحت عامہ کا بجٹ کم کر کے جو رقم بچائی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں فلپائن میں ایک بچہ ہر گھنٹے بعد مر جاتا ہے۔ امریکی کیتھولک بشپوں کی کانفرنس نے "تیسری دنیا کے قرض پر بیان" میں کہا ہے...... "ہمارے رفیق بشپ تواتر کے ساتھ ہمیں یاد دلا رہے ہیں کہ خدا کی شبیہ پر پیدا کیے گئے انسان، قرض کے بحران سے واقعتاً مر رہے ہیں۔ بالخصوص بچے اور خواتین، اور یہ صورت برداشت سے باہر ہے۔"

آئی۔ ایم۔ ایف کا کہنا ہے کہ حکومت کی طرف سے آٹے دال پر دی گئی رعایتوں سے متوسط اور اعلیٰ طبقات فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس لئے یہ رعایتیں ختم ہونی چاہئیں۔ لیکن غریبوں پر کیا گزرتی ہے، جب وہ دو وقت کی روٹی سے محروم ہو جاتے ہیں؟ صحت عامہ کے حکومتی پروگراموں پر عوام کی پیداواری صلاحیت اور صحت کا انحصار ہے، مگر ان کے بجٹ میں بہت زیادہ کمی ہو چکی ہے۔ غریب لوگ سرکاری سکولوں اور ہسپتالوں پر انحصار کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے لیے پرائیویٹ خدمات حاصل کرنا ممکن نہیں۔ غریب اسی وقت ہسپتال جاتا ہے جب اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہتا۔ مگر جب وہ ہسپتال جاتے ہیں تو انہیں علاج معالجہ حاصل ہونے سے پہلے مرہم پٹی سے لے کر خون تک خریدنا پڑتا ہے۔ یہی صورت حال سکولوں کی ہے۔

غریب لوگوں کے پاس صرف ان کی محنت ہے، مگر اجرتیں کم رکھی جاتی ہیں۔ تاکہ غیر ملکی کارپوریشنیں اقتصادی "فری زون" پالیسی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ملک میں آئیں۔ ٹریڈ یونین کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اس طرح غریبوں کے لیے اپنے حالات کار بہتر بنانے یا اجرتوں میں اضافہ کرانے کی کوئی طاقت نہیں۔ اکثر قابل کاشت زمین پر "فری زون" قائم کیے جاتے ہیں اور مقامی طور پر اجناس اگانے کے لیے زمین کم ہو جاتی ہے۔ ان چیزوں کی تیاری پر زور دیا جاتا ہے جو برآمد ہو سکیں۔ تاکہ قرض کی ادائیگی کے لیے زر مبادلہ کمایا جا سکے۔ برآمدات سب اچھی ہیں، مگر خوراک اور رہائش کے لیے مناسب اجرت سب سے زیادہ اہم ہے۔

"بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردو بدل" اور قرض کا بوجھ ماحول کو خراب کرتا ہے۔ حد سے زیادہ ماہی گیری، جنگلات کا صفایا اور Strip Mining سب کچھ اس لیے ہے کہ برآمدات بڑھا کر قرض اتار جائے یا اس کا سود دیا جائے۔ "قرض کے بحران" کے نتیجے میں بے روزگاری نے دنیا بھر کے کروڑوں افراد کو جنگلات کا صفایا کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ برازیل میں چھوٹے چھوٹے کھیتوں کو سویا بین کے بڑے بڑے فارموں میں تبدیل کیا گیا تو اس کے نتیجے میں ہزاروں خاندان معاش سے محروم ہو گئے۔ عالمی منڈی میں سویا بین کی فروخت سے ملک میں ڈالر آ گئے۔ مگر جو لوگ بڑے بڑے فارموں کے لیے جگہ حاصل کرنے سے بے گھر ہوئے، انہوں نے ایمزن کا رخ کیا۔ آخر الامر ماحولیاتی تباہی سے غریب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ ان ہی کا انحصار زمین اور بقاء کے لیے بہتر آب و ہوا پر ہے۔ فلپائن میں جان و تن کا رشتہ قائم رکھنا از حد مشکل ہو گیا ہے۔ غیر قانونی طور پر جنگلات کاٹنے اور پہاڑوں کی جانب لوگوں کی

نقل مکانی کے نتیجے میں خشک سالی اور سیلابوں کا تباہ کن سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں فلپائن کو آئی۔ ایم۔ ایف کی شرائط کے تحت ادائیگی قرض میں چالیس کروڑ ڈالر کی رقم امیر صنعتی ملکوں کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ ماحولیاتی تحفظ کے پروگرام کے لیے اس رقم کی شدید ضرورت تھی۔ قرض دینے والے ملک طے کردہ شرائط میں صرف اسی صورت میں کوئی ردوبدل کرتے ہیں۔ جب متعلقہ ملک نے آئی۔ ایم۔ ایف سے معاہدہ کر لیا ہو۔

ہم کیا کر سکتے ہیں؟

جن تنظیموں نے آئی۔ ایم۔ ایف کو اپنی شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے، ان میں یونیسف، فرینڈز آف دی ارتھ، اکسفام، سیودی چلڈرن (برطانیہ) اور "امریکن کیتھولک بشپس کانفرنس" جیسے متنوع ادارے شامل ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں "بنیادی ڈھانچے میں تبدیلیوں" کے پروگراموں سے پیدا ہونے والے طویل المیعاد نقصانات کی تفصیلات یونیسف نے اپنی ایک رپورٹ میں پیش کیں تو آئی۔ ایم۔ ایف نے اقتصادی ماہرین کی ایک ٹیم کی خدمات حاصل کیں۔ تاکہ بعض ملکوں میں سماجی تحفظ کے پروگرام بنائے جائیں، لیکن سماجی تحفظ کے لیے یہ اقدامات ان نقصانات کا ازالہ کرنے سے قاصر ہیں جو "بنیادی ڈھانچے میں تبدیلیوں" کے پروگراموں کے نام پر ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں کو اس طرح مرتب کیا جانا چاہیے کہ غربت و افلاس کا خاتمہ ہو۔ یہ متوازن اور ترقی پزیر معیشت کے لیے شرط اول ہے۔

آئی۔ ایم۔ ایف رکن ملکوں کی مہیا کردہ رقم سے چلتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے چلانے میں ہم سب شامل ہیں۔ اگرچہ ہر رکن ملک آئی ایم ایف کے انتظامی اخراجات برداشت کرنے میں شامل ہے، مگر امیر اور صنعتی ملکوں کا حصہ بہت زیادہ ہے اور اس کی پالیسیوں پر عملاً ان ہی کا کنٹرول ہے۔ ہمیں اپنے سرکاری افسران اور نمائندوں کو بتانا چاہیے۔ کہ ہم آئی ایم ایف کے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہیں۔ "فرینڈز آف دی ارتھ" کی ایسی ہی ایک مہم کے نتیجے میں قانون سازی کی گئی ہے جس کے تحت آئی ایم ایف میں شامل امریکی نمائندوں کو کہا گیا ہے کہ وہ اس ادارے کو اپنے پروگراموں میں سماجی اور ماحولیاتی حوالے سے اصلاحی تبدیلیوں کے لیے آمادہ کریں۔ تبدیلیاں یہ ہیں:

آئی ایم ایف کے اندر آڈٹ کے ایک بااختیار محکمے کا قیام جو آئی ایم ایف کے پروگراموں سے ہونے والے سماجی اور ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لے گا۔

سماجی اور ماحولیاتی اثرات سے متعلق تحقیق کا استعمال

آئی ایم ایف کے پروگرام ترتیب دیتے ہوئے عوامی تنظیموں اور متعلقہ وزارتوں کی شراکت

"آمدنی بمقابلہ خرچ" کے تجزیوں میں اصلاحات کا نفاذ تاکہ آئی ایم ایف کی پالیسیوں کے واقعی ماحولیاتی نقصان کا جائزہ سامنے آئے۔

ایک سال کے بعد پبلک رپورٹ کی اشاعت جو روس کو دی گئی امداد کی حکمت عملی کے جائزے پر مشتمل ہوگی۔ اس میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ قدرتی ماحولیاتی ذرائع کو تباہ کیے بغیر اور غریب آبادی پر مزید بوجھ ڈالے بغیر اقتصادی ترقی ہوئی ہے۔

ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ آئی ایم ایف اس قانون سازی پر عمل کرتا ہے یا نہیں، تاہم اب تک ہمارا تجربہ یہ

ہے کہ آئی ایم ایف کے کار پرداز صرف اسی صورت میں توجہ دیتے ہیں جب انہیں رقم نہیں ملتی۔ حالیہ رائے شماری میں امریکی کانگرس آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی امداد میں کٹوتی کے بہت قریب آچکی ہے۔ آئی ڈی اے (ورلڈ بنک کا ذیلی ادارہ جو نرم شرائط پر قرض دیتا ہے) کے لیے اس وقت تک مالیات روک لی گئی ہیں، جب تک ورلڈ بنک کے قرضوں سے چلنے والے منصوبوں کے بارے میں اطلاعات کی فراہمی میں زیادہ آزادانہ اور جمہوری پالیسی اختیار نہیں کر لی جاتی۔ اگر آئی ایم ایف کی کارکردگی میں کوئی ڈرامائی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو ہمیں سخت اقدامات کے لیے کوشاں ہونا چاہیے۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی امداد میں قابل لحاظ کمی کے لیے ہم اپنے منتخب نمائندوں کا تعاون حاصل کر سکتے ہیں۔ ان اداروں کی طرف سے ہر تین سال بعد امریکی حکومت کو امداد کے لیے کہا جاتا ہے۔ یعنی آئی ایم ایف کی آئندہ درخواست ۱۹۹۸ء میں پیش ہوگی۔ ہمارے پاس وقت ہے کہ عوامی سطح پر ایک مضبوط احتجاجی تحریک منظم کریں۔ ۱۹۹۴ء میں ان ماحولیاتی اداروں نے پچاس سال پورے کیے تو دنیا بھر میں متعدد تنظیموں نے اس نعرے کے ساتھ احتجاج کیا کہ 50 year isEnough (پچاس سال میں بہت ہو گئی)

پیغام بہت واضح ہے۔ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے لیے مزید "بجٹ اور قرض" کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ بنک کی اپنی رپورٹ کے مطابق (جو عام نہیں کی گئی) اس کے ۳۵ فیصد منصوبے ناکام ہو چکے ہیں۔ اور واقعتاً اس بات کا امکان ہے۔ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف "اقتصادی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیوں" کے لیے مزید قرضے نہ دے جو سود کی ادائیگی کے لیے استعمال ہو رہے ہیں اور ان سے وسیع بنیادوں پر کوئی اقتصادی ترقی نہیں ہو رہی۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم لوگ جو امیر ملکوں کے باشندے ہیں، اپنے صرف کمی کر کے ایک کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہرمن ڈالی اور رابرٹ گڈلینڈ جیسے محترم و معزز ماحولیاتی ماہرین اقتصادیات کے دلائل متاثر کن ہیں کہ دنیا کے شمال میں واقع (امیر) ممالک کو قدرتی ذرائع کے استعمال میں کمی کرنا چاہیے تاکہ یہ جنوب واقع (غریب) ملکوں کے کام آسکیں...... اور محدود ماحولیاتی خلا کو خراب نہ کریں .... شمال کے ملکوں کو بنی نوع انسان کی مشترک اشیاء (کرہ ہوائی، خلا، ہوا وغیرہ) کے اندھا دھند استعمال میں کمی کرنا چاہیے۔ یہ ماہرین اقتصادیات انسانی ذرائع میں سرمایہ کاری کے ساتھ ماحول کو پہنچنے والے نقصانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ جنوب میں واقع ممالک میں براہ راست غربت کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

آئی ایم ایف کا اپنا کہنا ہے...... اعلیٰ معیار سے مراد ایسی ترقی ہے جو اپنے اندر مستقبل میں مزید وسیع ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور یہ "انسانی سرمائے" میں بہتر اور زیادہ سرمایہ کاری سے ممکن ہے۔ "اعلیٰ معیار" کی ترقی جب ہی قابل برداشت ہے کہ اس میں غریب او کمزور طبقوں کا خیال رکھتے ہوئے ماحول...... دریاؤں، جنگلوں، سمندروں، یا بنی نوع انسان کے کسی بھی مشترک سرمائے کو تباہ نہ کیا جائے۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ آئی ایم ایف اپنا طے کردہ چیلنج آئندہ پیش نظر رکھے گا۔

(بشکریہ ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" اسلام آباد۔ نومبر ۱۹۹۶ء)

مریضوں کو ڈاکٹروں سے بچائیے

(بسلسلہ ائی ایم ایف اور ورلڈ بینک)

دنیا کی واحد یعنی اکلوتی بلکہ تن تنہا "سپر پاور"... امریکہ کے لئے ۱۹۹۷ء کا سال ایک نہایت خوفناک صورتحال لے کر آیا ہے جو اس کی سپر پیسی کا بھرم کھولنے کے علاوہ اس کے وجود کو بھی ختم کر سکتی ہے۔ امریکہ کے لئے نئے سال کا پہلا اور انتہائی خطرناک تحفہ امریکہ کے اپنے "بغل بچے" اسرائیل کی مکمل ہڑتال ہے اور یہ مکمل ہڑتال امریکہ کے ایک اور بغل بچے آئی ایم ایف کی طرف سے ٹھونسی جانے والی شرائط اور امریکہ کے دباؤ میں اختیار کی جانے والی پرائیویٹائزیشن (نج کاری) کی پالیسی کے خلاف اسرائیلی قوم کے متفقہ اور بھرپور احتجاج بلکہ استرداد کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ اسرائیل کی سب سے بڑی مزدور تنظیم ٹریڈ یونین فیڈریشن "ہسترادوت" کی طرف سے پورے ملک کے کارخانوں، فیکٹریوں اور دیگر پیداواری یونٹوں میں ہڑتال گزشتہ سال کے آخری چار دنوں سے جاری تھی۔ مگر ۳۱ دسمبر کو مکمل عام ہڑتال کو گزشتہ پچاس سالوں کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ کامیاب ہڑتال قرار دیا جارہا ہے۔ اور اس کی تصدیق ابلاغ عامہ کے تمام عالمی ذرائع جن میں "بی بی سی" بھی شامل ہے، متفقہ طور پر کرتے ہیں اور خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ اسرائیل بہت جلد امریکہ کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور کوئی بعید نہیں کہ وہ امریکہ کے خلاف ممالک... ایران اور عراق کی صف میں کھڑا دکھائی دے بلکہ دوسرا لیبیا بن جائے۔

امریکہ کا ایک اور بغل بچہ... جنوبی کوریا بھی امریکہ کی بغل سے کھسکتا پھسلتا دکھائی دے رہا ہے۔ جنوبی کوریا کے مزدوروں، کارکنوں اور محنت کشوں نے گزشتہ دنوں پچھلی نصف صدی کا سب سے بڑا مظاہرہ کیا جو آئی ایم ایف کی شرائط اور پرائیویٹائزیشن کی پالیسی کے خلاف تھا اور جس سے پریشان ہو کر بلکہ گھبرا کر جنوبی کوریا نے شمالی کوریا سے دوستی کے معاہدے شروع کر دیے ہیں۔ اس خوفناک مظاہرے کی شدت اور شہرت اور اثرات کو دبانے کے لئے مغربی ذرائع ابلاغ اپنے نشریاتی منظر ناموں میں دکھا رہے ہیں کہ جنوبی کوریا والوں نے شمالی کوریا کی جس آبدوز کو تباہ کرتے ہوئے اس کے بیس فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا ان کی راکھ "خیر سگالی" کے طور پر شمالی کوریا کو بھیج دی ہے۔

بی بی سی نے اپنے ایک نشریئے میں ویت نام کے ہوچی منہ سٹی میں تعمیر ہونے والے فائیو سٹار ہوٹل کو اپنی بنیادوں سے اٹھتے دکھایا اور اس کے ساتھ ہی ویت نام کے ایک ماہر اقتصادیات کا انٹرویو بھی نشر کیا جو امریکہ، عالمی بنک اور آئی ایم ایف کے خلاف زہر اگل رہے تھے اور واضح الفاظ میں عالمی مالیاتی اداروں پر الزام لگا رہے تھے کہ یہ ادارے ہمارے ملکوں میں ترقیات کے لئے سرمایہ کاری نہیں کرتے بلکہ یہاں لوٹنے کے لئے آتے ہیں۔ انہوں نے یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا کہ مغربی دنیا ویت نام کو عیاشی اور عصمت فروشی کا اڈہ بنانا چاہتی ہے جیسے کہ اس نے وسط

ایشیا کی ریاستوں کو بنایا ہے اور وہاں کی عورتوں کو دنیا کے تمام عیاشی کے اڈوں میں پھیلادیا ہے۔
یہ اعداد و شمار بھی ہمیں مغربی ذرائع سے فراہم کیے جار ہے ہیں کہ گزشتہ نصف صدی کے دوران یعنی پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے بعد سے اب تک دنیا کے مختلف ملکوں میں ۱۶۲ بڑے جنگی تصادم ہو چکے ہیں یا جاری ہیں جن میں اب تک پندرہ کروڑ تیس لاکھ انسان مارے جا چکے ہیں۔ اور یہ تعداد پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں مارے جانے والے لوگوں کی مجموعی تعداد سے دوگنی ہے۔ کمپوچیا میں بیس لاکھ انسان مارے گئے جو وہاں کی مجموعی آبادی کا چالیس فیصد ہے۔ گوئٹے مالا میں گزشتہ ۳۶ سالوں کے دوران مارے جانے والے لوگوں کی تعداد ۵۰ ہزار اور پیرو میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۳۰ ہزار ہے ان تمام جنگوں کے پیچھے براہ راست یا بالواسطہ دونوں طرح سے مغرب کے سرمایہ داری نظام کے مفادات کام کر رہے تھے اور ابھی تک رہے ہیں مغربی سرمایہ دارانہ نظام کو اب مختلف ملکوں میں مسلح اور خونریز تصادم کرانے کے لئے اپنی فوجیں بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ ممالک اب اپنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے دوسرے ملکوں میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مسلح تصادم کراتے ہیں اور وہاں کی فوجوں کو وہاں کے لوگوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ جن ملکوں کو مغربی سرمایہ دارانہ نظام "حالات امن" کی جنگوں کے ذریعے تباہ و برباد کرتا رہا ہے انہیں اب عالمی جنگ، آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں کے ذریعے لوٹ رہا ہے۔
دنیا کے تمام غریب اور پس ماندہ یا نام نہاد ترقی پذیر ملکوں میں اب یہ شعور بہت تیزی سے بیدار ہو رہا ہے۔ کہ ان کی مدد اور ان سے اقتصادی تعاون کے نام پر انہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے اور غریب ملکوں میں شعور کی اس بیداری میں مغربی سرمایہ دارانہ نظام کو اپنی موت واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اب امریکہ کے اپنے بغل بچے اور "لے پالک" بھی اب امریکہ کے خلاف ہو رہے ہیں۔ اور اسرائیل اور جنوبی کوریا، ویت نام، سویڈن، جاپان اور خود برطانیہ میں امریکی مالیاتی سازشوں کے خلاف مظاہرے اور ہڑتالیں زور پکڑتی جا رہی ہیں اور صاف دکھائی دے رہا ہے کہ اگلی صدی کے ابتدائی سالوں میں امریکہ دنیا کی واحد یعنی اکلوتی بلکہ تن تنہا سپر پاور نہیں رہے گا اور اس کی اپنی ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جائے گی۔ ("گریبان"۔ روزنامہ "جنگ" لاہور۔ ۲ جنوری ۱۹۹۷ء)

(۲)

"سرمایہ دارانہ نظام کی موت میں عالمی اداروں کا بھی ہاتھ ہوگا جو امریکہ کے سالانہ بجٹ میں ۱۲۱ ارب ڈالر کا خسارہ پورا کرنے کے لئے پوری دنیا کے ملکوں پر اپنی شرائط مسلط کر رہے ہیں اور جن میں پیش پیش انٹر نیشنل مانیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) ہے جو عالمی معیشت میں بے روزگاری کا زہر گھول کر "نظام زر" کو اس کی باقی ماندہ طبعی زندگی سے بھی محروم کر رہا ہے جس کا سب سے زیادہ نقصان خود امریکہ کو پہنچے گا"...... یہ بات میں نہیں کہہ رہا ایک کروڑ تیس لاکھ ارکان پر مشتمل فیڈریشن آف امریکن لیبر یونینز کے صدر جان جے سوؤسی کہہ رہے ہیں جن کا اسی موضوع پر ایک مضمون ۲۴ فروری کے "دی نیوز" لاہور میں بھی شائع ہوا ہے جو آئی ایم ایف کی عائد کردہ شرائط پر عمل کرنے والے ملکوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ سوؤسی کا کہنا ہے کہ آئی ایم ایف جیسے عالمی مالیاتی ادارے اپنی احمقانہ اقتصادی پالیسیوں اور مالیاتی اصلاحات کے نفاذ کے ذریعے یورپی ممالک میں ۱۹۷۹ء اور ۱۹۹۵ء کے درمیانی عرصہ میں چار کروڑ تیس لاکھ سے زیادہ لوگوں کی ملازمتیں ختم کرنے اور انہیں بے روزگاری کے جہنم میں دھکیلنے کا سبب بن چکے ہیں۔ ان میں سے دو تہائی لوگ پہلے سے بہت کم تنخواہوں اور اجرتوں پر روز افزوں مہنگائی اور بڑھتی

ہوئی جدید ضرورتوں کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں اور ایک چوتھائی کے لئے جرائم کی دنیا کا رخ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ ساڑھے چار کروڑ گھرانوں کی معاشرتی زندگی بری طرح متاثر ہورہی ہے اور ان کی قوت خرید میں ہونے والی کمی ان ملکوں کے معاشی حالات پر بھی اثر انداز ہورہی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ کسی بھی متبادل نظام معیشت کی طرف متوجہ ہوسکتے ہیں۔

اتنے کم عرصہ میں اتنی زیادہ بے روزگاری یورپی ملکوں نے پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران بھی نہیں دیکھی تھی مگر نصف صدی پہلے کی بے روزگاری اور آج کے دور کی بے روزگاری میں وہی فرق ہے جو پیدائشی اندھوں کے دکھ اور بہت کچھ دیکھ کر اندھے ہوجانے والوں کی اذیت میں ہوتا ہے۔ پچاس سال پہلے لوگ بے روزگاری سے تنگ آکر خودکشی کا سوچتے تھے مگر آج انہیں جرائم کی راہیں اختیار کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ نصف صدی پہلے لوگوں میں برداشت کی قوت زیادہ تھی۔ وہ آسودگی اور فراوانی کے زیادہ عادی بھی نہیں ہوئے تھے مگر اب جب کہ بہت سی آسائشات ضروریات زندگی میں بدل چکی ہیں لوگوں کے اعصاب بے روزگاری کے آسیب کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ یورپی ممالک میں چار کروڑ تیس لاکھ آسامیوں کی کمی، اداروں کے سائز کم کرنے اور غیر پیداواری اخراجات میں کمی کرنے کے سلسلے میں ہوئی ہے جو کہ آئی ایم ایف جیسے اداروں کا محبوب ترین فلسفہ ہے۔ اس کے علاوہ مزدور تنظیموں اور ٹریڈ یونین کی طاقت اور اختیارات میں کمی کرنے سے بھی بے روزگاری پھیلائی گئی ہے۔ جس سے معاشی اور معاشرتی مسائل کے علاوہ طبی مسائل بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ اعصابی اور ذہنی امراض میں خوفناک حد تک اضافہ ہوگیا ہے مگر ان تمام مسائل سے عالمی بینک اور آئی ایم ایف والوں کو کوئی سروکار نہیں ہے، وہ محض "کیلکولیٹر" سے سروکار رکھتے ہیں اور یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ کسی ملک کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ اس کے عوام ہوتے ہیں ان کے لئے دنیا کے سب سے زیادہ قیمتی لوگ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ڈائریکٹرز ہوتے ہیں، چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام میں وہی ترقی کے سرچشمے ہوتے ہیں اور جس قسم کی ترقی وہ لاتے ہیں وہ کسی ملک کے عوام کی خوشحالی کا سبب نہیں بنتی صرف ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اثاثوں میں اضافہ کرتی ہے اور دنیا کے ۳۵۸ افراد کے پاس دنیا کی ۴۵ فیصد آبادی سے زیادہ دولت جمع ہوجاتی ہے اور ان ۳۵۸ افراد میں برونائی کے سلطان اور آغا خان شامل نہیں ہوتے۔ ان سب کا تعلق مالی اور ترقیاتی تنظیم (او ای سی ڈی) کے ۲۶ امیر ملکوں سے ہوتا ہے اور ملٹی نیشنل کمپنیاں بہت سے ملکوں سے بھی بڑی ہوجاتی ہیں۔ "جنرل موٹرز" کی سالانہ "سیلز" ڈنمارک کی مجموعی قومی پیداوار سے زیادہ، فورڈ کمپنی کی سالانہ آمدنی ساؤتھ افریقہ کی سالانہ آمدنی سے زیادہ اور "ٹیوٹا" کا سالانہ منافع ناروے کے سالانہ قومی بجٹ سے زیادہ ہوجاتا ہے۔

جان جے سوہنی کا دعویٰ ہے کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے کسی بھی اقتصادی اور معاشی "نسخے" نے کسی بھی ملک کی بیمار معیشت کو صحت عطا نہیں فرمائی مگر لازمی طور پر اس کی بیماری میں اضافہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ساؤتھ کوریا، ارجنٹائن، فرانس، جرمنی اور میکسیکو میں بڑھتی ہوئی بلکہ شدت اختیار کرتی ہوئی بے چینی اور اضطراب کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ ایشیا کے جن ملکوں نے دور جدید میں ترقی کی ہے اور "ایشین ٹائیگر" بنے ہیں انہوں نے یہ کامیابی آئی ایم ایف کے نسخے کو قبول کرکے نہیں بلکہ مسترد کرکے ہی حاصل کی ہے چنانچہ ایسے ڈاکٹروں سے مریضوں کو بچانے کی ضرورت ہے۔ ("گریبان"۔ روزنامہ "جنگ" لاہور۔ ۲۷ فروری ۱۹۹۷ء)

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی کا عکس تحریر

توضیح:

11،12 نومبر 1935ء کو مجلس احرار اسلام ہند کے زیر اہتمام سیالکوٹ میں آل انڈیا احرار کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کو بھی مدعو کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ خط 31 اکتوبر 1935ء کو رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے نام تحریر کیا اور اپنی مصروفیات کی بناء پر کانفرنس میں شرکت سے معذرت کا اظہار فرمایا۔ یہ خط بھی تبرکات اکابر میں سے ہے۔ (مدیر)

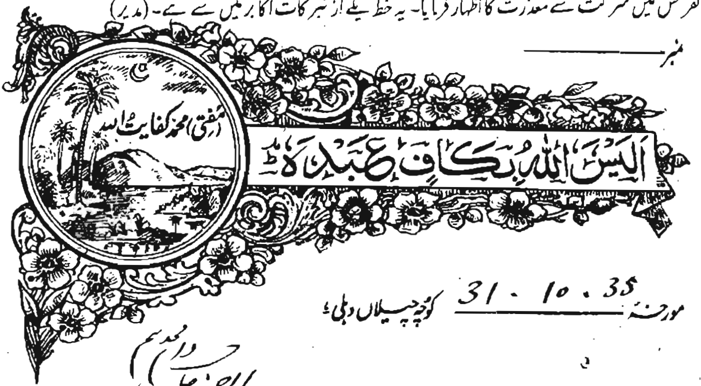

نمبر ———

مورخہ 31 . 10 . 35 کوچہ چیلاں دہلی

اخی المحترم مولانا حبیب الرحمن صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ — عنایت نامہ نے مسرور فرمایا۔ مگر افسوس کہ سیالکوٹ کانفرنس کی تاریخیں ایسی ہیں کہ ان تاریخوں میں میری حاضری کی کوئی صورت نہیں۔ اسلئے معذرت کرتا ہوں ساتھ ہی دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کانفرنس کو کامیاب فرمائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

حاصلِ زندگی

ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں خالد بن ولید روڈ پر باب عمرہ کے عین سامنے اتار دیا۔ ہوٹل کا ایک نمائندہ (بابل) آگے بڑھا۔ بنگالی لہجے میں اردو میں پوچھا "ہوٹل میں کمرہ چاہیئے؟" ہمارے سامنے اس وقت عمرہ کا اہم فریضہ تھا۔ احرام باندھے ہوئے دوسرا دن گذر رہا تھا۔ بلا کشان محبت ہمارے سامنے باب عمرہ سے اللہ کے گھر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ کھانے وغیرہ کا کس کو ہوش تھا۔ شامیہ روڈ پر نیو صفا ہوٹل کے عقب میں عمارۃ الغیشاری ہوٹل کی دوسری منزل میں ۳۰ ریال یومیہ پر کمرہ لیا۔ ہمارے پاس صرف ایک شولڈر بیگ تھا۔ وہاں وضو کیا اور لبیک اللھم لبیک کی بابرکت تکرار کے جلومیں ہم دونوں بہن بھائی باب عمرہ میں سے گذر کر اندر برآمدے میں پہنچے ایک رعب، ایک دبدبہ، ایک طنطنہ اور ایک ہمہمہ دل پر طاری تھا کہ کہاں اللہ کا دربار عالی اور کہاں ہم گناہوں سے لدے ہوئے ناہنجار اور نالائق بندے۔ اس کا کرم ہے جو پذیرائی فرمائے ورنہ کس کی مجال! اس بیم و رجا کی کیفیت میں سامنے اللہ کا گھر نظر آیا۔ دعا مانگی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں برکات و تجلیات کے سائے میں کہ جو اپنی مخلوق سے ماں کے پیار سے چالیس گنا زیادہ پیار کرتا ہے۔ ایک کیف و سرور کی حالت طاری تھی۔ دعاؤں کے حامل طواف کے سات چکر پورے کئے۔ مقام ابراہیم پر نفل ادا کرنے کے بعد آب زمزم پیا۔ آب زمزم پینے کے لئے زمین دوز دو الگ الگ جگہیں بنائی گئی ہیں مرد ایک طرف جاتے ہیں اور عورتیں دوسری طرف۔ مقام ابراہیم کے بائیں طرف سیاہ رنگ کا ایک بڑا دائرہ ہے۔ اس کے اندر ایک چھوٹے دائرے میں تحریر ہے۔ "بیئر زمزم" (زمزم کا کنواں) یعنی وہ جگہ ہے جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے شیر خوار بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر صفا مروہ کی پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں چکر لگاتی رہیں۔ زہے نصیب! اللہ تعالیٰ نے وہ مقام بھی دکھادیا جہاں لق و دق صحرا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معصوم ایڑیوں کی رگڑ سے اللہ تعالیٰ نے تاقیامت جاری رہنے والا کنواں جاری کیا تھا۔ صفامروہ کی سعی کے بعد باہر آکر سر منڈوایا۔

طواف کے دوران ایک خاتون دیکھنے میں آئی کہ غلاف کعبہ پکڑ کر رو رو کر التجائیں کر رہی تھی۔ کافی دیر گذر گئی۔ وہاں کا نظام یہ ہے کہ ایک ہی جگہ پر کسی کو بھی زیادہ دیر تک ٹھہرنے نہیں دیا جاتا کہ دوسرے آنے والے بھی مستفیض ہوسکیں۔ مثلاً حجر اسود پر شرطہ (سپاہی) اکثر آواز لگاتا رہتا ہے کہ "حاجی یلّہ، ھذا حجر لاینفع ولا یضر"۔ حاجی بس کرو یہ پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ ڈیوٹی پر کھڑے شرطے (سپاہی) نے اس خاتون کو بھی وہاں سے جانے کے لئے کہا۔ اس نے کوئی پروا نہ کی۔ سپاہی نے ذرا زور سے کہا تو وہ عورت فارسی میں بولی "ایں خانہ خدا است میاں من واللہ تو کیستی کہ دخل می دہی" (یہ اللہ کا گھر ہے میرے اور اللہ کے درمیان تو کون ہے کہ دخل دیتا ہے؟)

سپاہی مرعوب ہو کر پیچھے ہو گیا اور اس عورت سے تسلی دینے کے لہجے میں بولا۔ لاتحزن واللہ غفور الرحیم (غم

کر! اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

طواف کے لئے حجر اسود کے عین محاذ پر برآمدے تک سرخ پتھر کی ایک لکیر لگائی گئی ہے۔ یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک سات چکر پورے کرنے کے لیے وہ ایک حد مقرر کی گئی ہے کہ حاجی جب اس لکیر پر پہنچے تو حجر اسود کا بوسہ لے۔ اگر بوسہ نہیں لے سکتا تو وہاں ہاتھ اس کی طرف اٹھا کر "بسم اللہ اللہ اکبر" کہے اور آگے چل پڑے۔ مگر وہاں یہ بات مشاہدے میں آئی کہ اکثر لوگ اس سرخ لائن پر کافی کافی دیر کھڑے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض کو تو اس لائن پر نفل پڑھتے بھی دیکھا۔ اس سے پیچھے آنے والوں کو دقت پیش آتی ہے۔ گذرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس دوران اسی لکیر پر ایک بوڑھا اور ایک بڑھیا دیکھنے میں آئے۔ جب بوڑھے نے اونچی آواز میں کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑھیا سے کہا "منگ لے ایتھوں جو کجھ منگناں ای فیر نہ کہیں" (جو کچھ مانگنا ہے یہاں سے مانگ لے! پھر نہ کہنا)

وہاں عام طور پر ہندوستان اور پاکستان کے لوگ ہی بوڑھے اور ضعیف نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے گھروں میں یہ آواز عام سنائی دیتی ہے کہ بس جی! اگلے سال میں نے میاں جی کو حج پر بھیج دینا ہے۔ بچے بچیوں کی شادی اور مکان سے فارغ ہوگیا ہوں ان شاء اللہ اب میں حج پر جارہا ہوں۔ حالانکہ حج عمرہ جوانی کا۔ کہ آدمی زیارات کرسکے۔ زیادہ سے زیادہ عبادت کرسکے اور پھر

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار

(جوانی میں توبہ کرنا شیوۂ پیغمبری ہے۔ ورنہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔)

اس معاملے میں وہاں ملائشیاء اور انڈونیشیا والوں کو دیکھا کہ ٹولیاں جن میں جوان مرد و عورت بچے سب شامل ہوتے ہیں بڑے شوق و جذبہ سے، بڑے اہتمام کے ساتھ آتے ہیں۔ ہر ٹولی کا نیا لباس، علیحدہ نشان، علیحدہ رنگ کے پاسپورٹ بیگ ہوتے ہیں۔ جن پر اپنے گروپ کا نام تحریر ہوتا ہے ان کا امیر میگافون پر اپنے افراد کو ایجوکیٹ کرتا ہے، بتاتا ہے، ہم کس جگہ پر کھڑے ہیں، اس مقام کی تاریخ کیا ہے، ہمیں یہاں کیا کرنا ہے۔

حرم کعبہ میں صفائی، پانی، بجلی وغیرہ کا انتظام دیدنی ہے۔ حکومت بہت رقم خرچ کررہی ہے ان میں سے اگر صرف پانی کی بات کی جائے تو قابل داد ہے۔ کہ زائرین کے لئے آب زمزم کا جگہ جگہ بندوبست ہے۔ پورے حرم کعبہ میں اگر ہزاروں کولر ہیں تو ہر کولر کے خانے میں پندرہ بیس ڈسپوزایبل گلاس ہیں جو ایک دفعہ استعمال کے بعد پھینک دیے جاتے ہیں۔ یعنی اگر ہزاروں کولر ہیں تو لاکھوں روزانہ کے حساب سے گلاس استعمال ہو رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پوری ایک فیکٹری صرف اسی مقصد کے لیے کام کررہی ہوگی، جہاں روزانہ لاکھوں گلاس ہی تیار ہورہے ہوں گے۔ سعودی حکومت کے لئے اللہ کا گھر دیکھنے اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے دنیا جہان سے آنے والے لاکھوں زائرین کی سہولت کے لئے ایسے انتظامات کرنا بلاشبہ بہت سعادت کی بات ہے۔

ہر نفس روشنی ہر نظر روشنی
ہے مدینے کا سارا سفر روشنی

مدینہ کا بس سٹاپ مسجد نبوی ﷺ کے بالکل قریب ہے۔ جب ہم بس سے اترے تو مسجد نبوی ﷺ

کے میناروں سے مغرب کی اذان آرہی تھی۔ لوگوں کا ایک سمندر مسجد کی طرف رواں دواں تھا۔ جیسے رحمت و برکت کا ایک دریا ٹھاٹھیں مار رہاہو۔ میں دروازے پر رک گیا۔ ایک طرف یہ خیال کہ ہمشیرہ ساتھ ہیں۔ پہلے کسی ہوٹل کا پتہ کیا جائے اور دوسری طرف مسجد نبوی ﷺ کی نماز باجماعت، میں ابھی اس تذبذب میں تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔ "تسی بیگ او تھے رکھ دیو کوئی نئیں چکے گا۔ مرداں دا ٹائلٹ اووے تے عورتاں دا او۔ سامنے عورتاں دی نماز ادا کرن دی جگہ الگ۔ نماز پڑھ کے او وڈھے ہوٹل دی بیک تے چلے جاناں۔ اوتھے سستے تے اچھے ہوٹل نے۔ تے جے تسی نماز پڑھ کے ای آجاؤ تے میں تہانوں ہوٹل چھڈ آواں گا"۔ (آپ بیگ وہاں رکھ دیں۔ کوئی نہیں اٹھائے گا۔ مردوں کا ٹائلٹ وہ ہے اور عورتوں کا وہ، سامنے عورتوں کے لئے نماز کی جگہ الگ ہے۔ نماز کے بعد آپ وہ اونچے ہوٹل کے پیچھے چلے جانا وہاں آپ کو سستے اور اچھے ہوٹل مل جائیں گے اور اگر آپ نماز کے بعد یہیں میرا انتظار کریں تو میں آپ کو ہوٹل چھوڑ آؤں گا۔)

واہ سبحان اللہ! وہاں دعا کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ دل کی بات جاننے والے نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے صدقے اسی وقت ہماری تشویش کو کس طرح ایک ہی لمحے میں تشفی میں بدل دیا۔ نماز کے بعد ہم اسی جگہ گیٹ پر آگئے اور وہ اللہ کا بندہ ہمیں اپنی کار میں بٹھا کر اپنے بیٹے (فیصل) کی دکان پر لے آیا اور اسے کہا کہ بھائی صاحب کو امین صاحب کے پاس "دار حامد الرحیلی" لے جاؤ اور انہیں کہو کہ نیچے والی منزل میں اچھا سا کمرہ انہیں دیں۔ ۲۵ ریال یومیہ پر ہمیں اچھی رہائش مل گئی یہ ہوٹل مسجد امام بخاری رحمۃ اللہ اور مسجد ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان واقع ہے، جہاں سے مسجد نبوی ﷺ بمشکل پانچ سات منٹ کے پیدل فاصلے پر ہوگی۔ ہمارے محسن کا نام فصیح احمد تنویر ہے جو پاکستان کے شہر گجرات کے رہنے والے ہیں اور آج کل سعودی عرب میں انجینئر کے عہدے پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت سے رکھے کہ بعد میں بھی انہوں نے ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھا۔

تین دن مکہ مکرمہ میں گذارنے کے بعد ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ہم مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ سعودی ایئر لائنز کی طرف سے اگرچہ اس سہولت کی پیشکش موجود تھی کہ اگر کوئی مسافر جدہ سے مدینہ اور مدینہ سے جدہ بذریعہ جہاز جانا چاہے تو بغیر کرایہ کے آجاسکتا ہے۔ مگر میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ مکہ سے ہجرت کرکے رسول اللہ ﷺ جن راہوں سے گذرے ہیں ان راہوں کی زیارت کی جائے کہ:

نفس نفس پہ برکتیں قدم قدم پہ راحتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گذر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا

صبح کوئی گیارہ بجے بس مکہ سے چلی۔ ٹریفک کا ون وے نظام ہے۔ تین کھلی سڑکیں جانے کے لئے ہیں اور تین آنے کے لئے راستے پر جگہ جگہ تختیاں نصب ہیں۔ جن پر موٹی لکھائی میں الحمد للہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اور کلمہ طیبہ تحریر کیا گیا ہے۔ کالے سیاہ چٹیل پہاڑوں کے دامن میں سڑک کے دونوں

طرف مسلسل لوہے کی باڑھ لگائی گئی ہے کہ کوئی جانور وغیرہ ٹریفک میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ جگہ جگہ ایسے سٹاپ آتے ہیں جہاں ایک مسجد، ایک ہوٹل، ایک جنرل سٹور، ایک پٹرول پمپ اور ورکشاپ موجود ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے لئے بس ایک جگہ ٹھہری۔ کھانا کھایا، مغرب کے قریب ہم مدینہ منورہ کی چیک پوسٹ پر پہنچ چکے تھے۔ سپاہی اندر آیا اور سب سے پہلے اس نے اونچی آواز میں "السلام علیکم" کہا۔ جب کہ یہاں پاکستان میں سب سے پہلے بدزبانی اور گالیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شاید یہاں کی پولیس کی شناخت ہی یہی ہے۔ سب کے پاسپورٹ چیک کئے گئے۔ شام کوئی پونے چھے بجے ہم مسجد قبا سے گذرے۔ مکہ سے ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے پہلے یہیں آرام فرمایا تھا۔

ایک گھنٹہ راستے میں قیام کر کے تیز رفتار بس کے ذریعے جدید سہولیات کے ساتھ ہم کوئی ساڑھے چھے گھنٹے میں مدینہ پہنچے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے چودہ سو سترہ سال پہلے جب یہ راستہ لق و دق صحرا تھا، دور دور تک پانی کا نشان تک نہیں ملتا تھا۔ کتنے مصائب و مشکلات کے ساتھ رسول پاک ﷺ اپنے یار غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں کن حالات میں پیدل مدینہ پہنچے ہوں گے۔

زہے نصیب! کہ مدینے کے کوچہ و بازار ہمارے سامنے تھے۔ کہاں شہر آرزو مدینہ اور کہاں یہ بندہ کمینہ!

نگاہیں نبی کے کوچہ و بازار پر ہیں　　رسول اللہ کے دربار پر ہیں　-　مدینہ کے مسافر آ رہے ہیں

مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ

دارالکفر والارتداد ربوہ میں مسلمانوں کا عظیم تعلیمی و تبلیغی مرکز

ڈیڑھ سو سے زائد طلباء و طالبات قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بخاری پبلک سکول میں پرائمری تک طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ پچاس سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مدرسہ کی توسیع کے لئے مزید دو کنال زمین کی خرید اشد ضروری ہے۔ درسگاہوں اور مسجد اور مسجد کی تعمیر تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اپنے عطیات، زکواۃ و صدقات اس کارِ خیر میں دے کر اجر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے:۔

سید عطاء المھیمن بخاری، منتظم مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار ربوہ ضلع جھنگ۔ فون: (04524)211523

(بقیہ از ص ۳۴)

نے پہلے انبیاء اور آخری رسول ﷺ کو اسی لئے مبعوث کیا تھا کہ وہ لوگوں تک کتاب و حکمت کی تعلیمات پہنچائیں اور ان کے نفوس کا تزکیہ کریں۔ اس چیز کو آج کل کی زبان میں دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کہا جاتا ہے۔ سیاست بھی دینی تعلیمات کا اہم جزو ہے۔ اس لئے اس سے صرف نظر ممکن نہیں۔ بات صرف سیاسی طریقہ کار اور حکمت عملی کی ہے اور یہ کوئی مخصوص چیز نہیں۔ ایک طریقہ اگر ناکام ہوگیا ہے تو دوسرے طریقوں پر غور کرنے میں آخر حرج کیا ہے؟

پروفیسر خالد شبیر

دین اور سیاست

دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق سیاست دین سے جدا اور مختلف نہیں بلکہ دین کے تابع ہے۔ جو سیاست دینی اقدار اور دینی اصولوں کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنتی اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام میں دین اور سیاست لازم و ملزوم ہیں۔ دین بغیر سیاست کے محض عبادت کا نام بن کر رہ جاتا ہے۔ دین کی راہنمائی کے بغیر سیاست ایک ایسی آزادی کا دوسرا نام ہے جس کا نتیجہ ہلاکتوں اور بربادیوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ دین اور سیاست، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسی تعلق کی نشاندہی کرتے ہیں جو تعلق سورج اور چاند کا ہے۔ چاند کی ساری روشنی، سورج کی روشنی کا ایک پرتو ہے۔ چاند کا اپنا کچھ نہیں۔ بلکہ جو کچھ سورج سے حاصل کرتا ہے دنیا تک پہنچا دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام میں سیاست کا اپنا کچھ نہیں بلکہ سیاست، دین کی قوت، دینی اصولوں اور دینی تعلیمات کی مظہر ہے۔

جن قوموں اور مذاہب کے پاس "دین اسلام" کی طرح کا کوئی مکمل ضابطہ حیات نہیں ہے جو انکی اس جدید دور میں راہنمائی کرسکتا انکا دین اور سیاست کی تفریق کو اپنانا ایک فطری امر تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کیا کرتے؟ لیکن جو مسلم ریاستیں اس نظریے کو اپنا رہی ہیں انہوں نے دین اسلام کے ان اصولوں سے بغاوت کی ہے جن میں حکومت اور سیاست کا دین سے تعلق بیان کیا گیا ہے۔ وہ بہ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں سیاست یا حکومت کے کاروبار کو اللہ اور رسول ﷺ کی ہدایات یا اسلامی احکام کی روشنی میں چلایا نہیں جاسکتا لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ سیاست یا کاروبار حکومت میں اسلامی احکامات یا اسلامی اصولوں کی پابندی سے انہیں خود جو نفس کشی کی زندگی اپنانی پڑتی ہے۔ اپنے ذاتی مفادات اور ذاتی خواہشات سے دستبرداری کا جو اعلان کرنا پڑتا ہے اسکے لئے وہ اپنے آپ کو آمادہ نہیں کرپاتے۔ اس لئے حکمران ٹولے نے اپنی عافیت اس غلط مفروضے میں سمجھی ہے کہ دین اور سیاست دو علیحدہ اور جدا چیزیں ہیں ورنہ اگر آج کوئی حکمران تقویٰ کی خوبی پیدا کر کے قربانی و ایثار کی زندگی کو اپنا شعار بنا لے تو بین الاقوامی طور پر یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ اصل سیاست وہ ہے جو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اختیار کی جائے۔ ایسی سیاست سے دنیا کے الجھے ہوئے مسائل آج بھی حل ہوسکتے ہیں۔ لیکن اس دور کا سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ خود مسلمان اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔

ہمارے ہاں غالب اکثریت ایسے حکمرانوں کی ہے جو اسلام کے اصولوں، احکامات، اللہ اور رسول ﷺ کی ہدایات کے مقابلے میں اپنی خواہشات اور ذاتی مفادات کے زیادہ وفادار ہیں۔ خود پاکستان کی ۵۰ سالہ سیاست اس بات کی غماز ہے۔ حالانکہ یہ ملک صرف اور صرف اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔

امام ابن تیمیہ کے نزدیک دین و سیاست لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور محال ہے۔ سیاست قیام دین کا ذریعہ ہے۔ جس سے انسانوں میں تقرب الی اللہ کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔ حکومت امانت سمجھی جاتی ہے، اقامت دین حکمرانوں کا مقصود بن جاتا ہے، مال اللہ کی راہ میں خرچ ہونا شروع ہوجاتا ہے اور انفاق پر خرچ ہونے سے دین اور دنیا کی فلاح ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنی کتاب "سیاست الٰہیہ" میں لکھتے ہیں:۔

ولایت و حکمرانی کا مقصد اللہ کی مخلوق کے دین کی اصلاح ہے۔ اگر لوگوں کا دین برباد ہو جائے تو بے حد مہلک ہوگا اور قتال کے اعتبار سے دنیاوی نعمتیں انکو کچھ فائدہ نہ دے سکیں گی جن سے منعم حقیقی نے نوازا ہے۔ اگر سلطنت، دین سے محروم ہو یا دین حکومت کی پشت پناہی سے عاری ہو تو لوگوں کے اعمال فاسد ہو جاتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ اسے اپنے دور کا سب سے بڑا المیہ قرار دیتے ہیں کہ عمال حکومت، حقیقت ایمان اور کمال دین سے محروم ہیں۔ انکے نظریات کے مطابق تاریخ انسانیت میں جب کبھی دین و سیاست کو الگ الگ کیا گیا ہے معاشرہ میں نتیجتہً دو گروہ پیدا ہوئے ہیں۔ ایک وہ گروہ جو بظاہر تو دیندار ہوتا ہے لیکن انکی دینداری سے اسلامی ریاست کو صحت مند اقتدار میسر نہیں آتا۔ اور دوسرا گروہ ایسے حکمرانوں کا وجود میں آتا ہے جو اپنے وسائل اور حربی قوت کو بروئے کار تو لاتے ہیں مگر انکا مقصد اقامت دین نہیں ہوتا۔ امام ابن تیمیہ کے نزدیک یہ دونوں گروہ "مغضوب علیھم ولاالضالین" کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی صالح کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

مفکر پاکستان علامہ اقبال کے ہاں دین اور سیاست کی دوئی قابل مذمت ہے۔ اقبال کے نزدیک ایسی سیاست جس میں اخلاقی اقدار سے بغاوت کی تلقین کی جائے انسان کی بربادی کا باعث ہے۔ یہ اخلاقی اقدار صرف دین کی تعلیمات سے ہی انسان کو میسر ہیں۔ اقبال ایسے سیاست دانوں کا قائل ہے جن میں نظم و ضبط کی خوبی موجود ہو۔ جن میں مخصوص اخلاقی روح کار فرما ہو۔ سیاست کا دامن ایک طرف نظم قانون سے بندھا ہو اور دوسری طرف اخلاق سے بھی اس کا گہرا تعلق ہو۔ علامہ اقبال سیاست کو صرف مادی نظم و ضبط کا ذریعہ ہی قرار نہیں دیتے بلکہ اسے انسانی روح کی جلا اور بالیدگی کا سبب بھی بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انکے ہاں سیاست اور دین کے درمیان گہرا اور مضبوط تعلق بنی نوع انسان کے مفاد میں ہے۔ جس نظام حکومت پر دین کی گرفت نہیں تو ایسی سیاست چنگیزیت میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبال میکاؤلی کی اس وجہ سے بھی مخالفت کرتے ہیں کہ انکے نزدیک یورپ کا یہ پہلا مفکر ہے جس نے مذہب اور سیاست کو دو علیحدہ علیحدہ خانوں میں بانٹ دینے کی تلقین کی۔ اقبال نے اپنے منظوم کلام میں بارہا سیاست و مذہب کی علیحدگی کی مذمت کی ہے۔

سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دنیا میں جس دن جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لئے نامرادی
دوئی چشم تہذیب کی نابصیری

علامہ اقبال کے نزدیک جو لوگ دین کو سیاست سے جدا کرتے ہیں گویا وہ جسم کو جان سے جدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لئے اقبال ایسے نظام حکومت کے حق میں ہے جس میں روح و مادہ، دین و سیاست کو جدا جدا کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ اور انکے نزدیک ایسا نظام حکومت صرف اور صرف اسلام نے ہی انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک "جنیدی" و "اردشیری"

اقبال کے نزدیک اسلام ایک ایسا نظام حکومت دیتا ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو فقر و بے نوائی اور تاج و سریر ایک جگہ پر جمع ہوجاتے ہیں۔

حکمران، حکمران بھی ہوتا ہے اور خوف خدا سے فقیر بے نوا بھی۔ انسانیت کی فلاح کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ دین و دنیا، اخلاق و سیاست ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہیں۔ قوت و جبروت کے ساتھ اگر عجز و انکساری ہوگی تو محبت فاتح عالم کی تفسیر مکمل ہوگی۔ جنیدی و اردشیری کے حسین امتزاج سے ہی ایک ایسا نظام سیاست وجود میں آتا ہے جو انسانیت کی تکمیل کا باعث بن سکتا ہے۔ دور حاضر کی سیاست کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ اس نے سیاست سے دینی اقدار کو الگ کر دیا ہے۔ جن سے سیاست بے لگام گھوڑے کی مصداق ہے۔ جسکے جلو میں انسانیت کے لئے تباہ کاریوں کے سوا اور کچھ نہیں۔

میری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادین
کنیز اہرمن دوں نہاد و مردہ ضمیر
ہوئی ہے ترک کلیسا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر

ڈاکٹر حمید اللہ نے اس بات کو ایک علمی مضمون میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"قدیم زمانوں میں جب انسانی تمدن نے زیادہ ترقی نہ کی تھی اور تقسیم کار کی اتنی زیادہ ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ کسی ملک میں مرکزی حکومت کے اختیارات یا تو عدل گستری کے متعلق ہوتے تھے یا قومی معبود کی پرستش و عبادت کے متعلق۔ دیگر سلطنتی نظم و نسق کے مسائل اٹھتے ہی نہ تھے بلکہ وہ عوام کے معاملات سمجھے جاتے تھے۔ اور عبادت ہی نہیں عدل گستری اور جنگ بھی مذہبی مراسم کے تابع تھی۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ کشوری اور مذہبی فرائض میں دوری پیدا ہوتی چلی جاتی تھی۔ رومیوں نے یس Jus (دنیاوی قانون) کو ہمہ گیر فاس (fos) یا مذہبی قانون سے ایک الگ چیز کے طور پر ایجاد کیا۔ بقول قرآن، یہودیوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک

بادشاہ مقرر کردو جسکے ساتھ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کر سکیں"

انہوں نے مذہب و سیاست یا نبوت و بادشاہت کو الگ الگ کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھی یہ قول انجیل میں مذکور ملتا ہے کہ "قیصر کی چیزیں قیصر کو دے دو اور کلیسا کی کلیسا کو"۔

بدھ متوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں ترک دنیا انسانیت کا کمال قرار پایا۔

غرض قدیم اہل مذاہب نے دنیائے ناپائیدار کو دل لگانے کی جگہ نہ سمجھا۔ لیکن اس میں دو بنیادی مسائل نظر انداز ہو کر خامی پیدا ہو گئی۔ ایک تو گنتی کے چند فرشتہ صفت انسانوں کے سوا جو لاکھوں کروڑوں عوام الناس تھے ان کے معاملات مادیت پسندانہ ہو گئے۔ اور دوسرے سیاست کی اخلاقی بنیاد نہ رہی۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ سابقہ تمام مذاہب اکائیوں یا دہائیوں میں ختم ہوجانے والے فرشتہ صفت انسانوں کے لئے ہوتے تھے اور اسلام ناز کر سکتا ہے۔ وہ امیوں اور اوسط درجے کے انسانوں کے لئے ایک قابل عمل دستور لایا۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں امیوں ہی کی بہت بڑی اکثریت ہوتی ہے۔ انسان نما فرشتے اور انسان نما شیطان دونوں کی تعداد بہت محدود ہوتی ہے۔

مذہب و سیاست دو بالکل الگ چیزیں ہیں۔ مذہب خدا اور بندے کے تعلقات کا نام ہے اور سیاست بندے اور بندے کے معاملات کا۔ ان دونوں کو ایک کہنے والا گویا ہاتھ اور پاؤں دونوں کو ایک کہتا ہے لیکن جس طرح ایک زندہ اور تندرست انسان میں ہاتھ اور پاؤں دونوں ہی ایک مشترکہ اور مرکزی قوت مثلاً عقل یا ارادے کے تابع ہوتے ہیں بالکل اسی طرح دین اسلام نے مذہب اور سیاست کو ایک مشترکہ دستور العمل کے تابع کر دیا جو قرآن یا ربانی کلام تھا۔ اور دونوں ہی کی راہنمائی کے لئے احکام کا ماخذ ایک ہی قرار دیکر سیاست میں اخلاقی اساس اور اخلاق میں حقیقت پسندی باقی رکھی۔ کوئی شخص ہاتھوں کے بل تھوڑی دیر ضرور چل سکتا ہے اور پاؤں سے برا بھلا لکھ بھی ضرور سکتا ہے اسی طرح عبادت کو سیاست اور سیاست کو عبادت بنا کر انسان چند روز ضرور گزارہ کر سکتا ہے لیکن یہ غیر فطری عمل نہ سہولت بخش ہوگا اور نہ مفید۔

محمد ﷺ دنیا میں دین اور دنیا دونوں کی برکتیں لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے صرف آسمانی بادشاہت کی ہی خوشخبری نہیں دی بلکہ آسمانی بادشاہی کے ساتھ ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دی تاکہ دنیا میں اللہ کی بندگی بے خوف و خطر کی جاسکے۔ اور اللہ کی بادشاہی دنیا میں قائم ہو۔

بہ حوالہ سورۃ النور آیت ۵۵ ارشاد ربانی ہے:۔

" اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے یہ وعدہ کیا کہ وہ انکو زمین میں حاکم بنائے گا جیسا کہ انکو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور انکے لیے انکے اس دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے جزا دے گا۔"

قرآن نے سب سے اچھی دعا انسانوں کے لئے یہ بتائی ہے۔

"اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

قرآن میں ایک مقام پر فرمایا۔

"اور جنہوں نے نیک کام کئے انکے لئے دنیا میں بھلائی ہے اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے اور پرہیز گاروں کا گھر کیسا اچھا ہے"

جن لوگوں نے خدا کی راہ میں جان کی بازی لگائی انکے لئے بشارت ہے۔

" تو اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب اور آخرت کا بھلا ثواب عنایت کیا اور اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔"

دنیا کا ثواب فتح و نصرت، ناموری و عزت، مال و دولت اور حکومت و سلطنت ہے جنھوں نے اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور خوشی خوشی ہر قسم کی تکلیف جھیلی تو انکو دونوں جہاں کی نعمتیں بخشیں۔

"اور جنھوں نے ہمارے لیے ستائے جانے کے بعد گھر چھوڑا انکو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے تو بے شک آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔"

اور اولیاو اتقا یعنی فرشتہ صفت مسلمانوں کو ترک دنیا کی ہدایت نہیں کی بلکہ دنیاداری اور دینداری دونوں کے ملاپ کا حکم دیا ہے۔

"ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور اچھے کاموں کے لئے کہیں اور برے کاموں سے روک دیں اور ہر کام کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

ان آیتوں سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اللہ کے قانون کے اجراء کی طاقت ہونی چاہیئے اور یہ اشارہ بھی ہے کہ دین و دنیا کا امتزاج یا ملاپ ہی انسان کو انسان بناتا ہے اور "احسن تقویم" کا مظاہرہ ہوسکتا ہے۔ ورنہ انسان یا تو فرشتہ ہوجائے گا یا شیطان اور دونوں اصناف سے جدا ایک خاص مخلوق یعنی انسان کی تخلیق کا مقصد فوت ہوجائے گا۔

پاکستان میں سانحہ یہ ہے کہ دین دار لوگ بھی بے دین مروجہ سیاست کا شکار ہوگئے ہیں۔ ہماری سیاست ہمارے دین کی ترجمان نہیں رہی، جو ہمارے دین کی قوت کی مظہر ہے۔ جو ہمارے دین کے نفاذ کا باعث بنے۔ شاید اسی لئے مفکر احرار چودھری افضل حق نے فرمایا تھا کہ "دین اسکا زندہ ہے جس کی سیاست زندہ ہے"۔

بقول امام ابو حنیفہ۔ "دین کا مقصد سوائے دین کی حکومت کے اور کچھ نہیں اور دین کی حکومت کا مقصد سوائے اللہ کی خوشنودی کے اور کچھ نہیں۔"

جب ہماری سیاست ہمارے دین کے نفاذ کا باعث بنے گی تو ہماری سیاست زندہ ہوگی اور جب ہماری سیاست زندہ ہوگی تو دین ضرور نافذ ہوگا۔ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں دین نافذ ہو تو ہمیں اپنی سیاست کو پاک صاف کرکے دین کے مطابق بنانا ہوگا اس معاملے میں امام غزالی کا قول ہے۔

"نظام دین کا دارومدار نظام دنیا پر ہے اور نظام دنیا بغیر امام کے محال ہے۔ اس لئے نظام دین ایک ایسے امام کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے جس کی لوگ اطاعت کرتے ہوں۔"

اس طرح امام غزالی دین و دنیا کو جدا نہیں کرتے وہ دونوں کو چولی دامن کی حیثیت دیتے ہیں اور دلیل میں مشہور حدیث پیش کرتے ہیں کہ: اگرچہ مقصود بالذات دین ہی ہے لیکن حصول دین کا ذریعہ حکومت و سیاست ہے اور بغیر حکومت کے اُخروی سعادت کا تصور ہی محال ہے۔

اسلامی فکر میں دین اور سیاست کی دوئی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا اور اسکا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنی ریاست کو اسلامی اصولوں پر قائم کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ یہ جدوجہد انکے دین اور ایمان کا تقاضا ہے۔ وہ قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ میں جس طرح اخلاق اور حسن کردار کی تعلیمات پاتے ہیں اسی طرح معاشرے، تمدن، معیشت

(بقیہ ص ۵۶ پر)

انتخاب مجلس احرار اسلام قصور

مجلس احرار اسلام قصور کے ارکان کا انتخابی اجلاس چودھری محمد عاشق احرار کی زیرصدارت دفتر مجلس احرار اسلام چوک شہیداں کوٹ مراد خان قصور میں منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے ۹۸۔۱۹۹۷ء کے لئے درج ذیل عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

امیر: چوہدری محمد عاشق احرار	ناظم اعلیٰ: مولانا محمد طفیل رشیدی
سینیئر نائب امیر: محمد اکرم رستم	نائب ناظم: صوفی محمد صابر
نائب امیر اول: عبدالرزاق صدیقی	ناظم نشرواشاعت: شبیر حسین
نائب امیر دوم: صوفی محمد حسن	نائب ناظم نشرواشاعت: احمد حسین

نوٹ: مولانا محمد اکبر صاحب کو سینیئر نائب صدر نامزد کیا گیا تھا مگر ان کے انتقال کے بعد اب ان کی جگہ محمد اکرم رستم صاحب کو سینیئر نائب صدر نامزد کیا گیا ہے۔

ارکان مجلس شوریٰ: (۱) چوہدری محمد عاشق احرار (۲) عبدالرزاق صدیقی (۳) صوفی محمد حسن (۴) صوفی محمد صابر (۵) مولانا محمد طفیل رشیدی (۶) شبیر حسین (۷) احمد حسین (۸) چوہدری محمد صادق (۹) محمد اکرم رستم (۱۰) قاری محمد مشتاق (۱۱) مستری مبارک علی

قرار داد تعزیت

شرکاء اجلاس نے تعزیتی قرار داد میں مجلس احرار اسلام قصور کے سابق صدر مستری مبارک علی صاحب کی اہلیہ کے انتقال پر گہرے غم کا اظہار کیا۔ مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت کی اور مستری مبارک علی صاحب سے اظہار تعزیت کیا۔

مولانا محمد اکبر کی یاد میں تعزیتی اجلاس

مجلس احرار اسلام قصور کے سینیئر نائب صدر اور جید عالم دین مولانا حاجی محمد اکبر (فارغ التحصیل ام القراء یونیورسٹی مکہ مکرمہ) کے اچانک انتقال پر ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ قاری حبیب اللہ قادری نے تلاوت قرآن مجید کی اور محمد آصف، محمد امجد نے نعت پیش کی۔ چوہدری محمد عاشق احرار نے اپنے تعزیتی خطاب میں کہا کہ مولانا محمد اکبر مرحوم ایک مخلص دوست، نڈر اور حق گو مسلمان تھے۔ اسلام کے لئے ان کی مجاہدانہ کوششیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ مولانا محمد طفیل رشیدی جنرل سیکرٹری مجلس احرار قصور نے کہا کہ مجلس احرار اسلام، پاکستان کی واحد جماعت ہے جس کے پلیٹ فارم پر ماضی سے لے کر حال تک اہلسنت والجماعت کے تینوں مسلک دیو بندی، بریلوی اور اہل حدیث جمع رہے ہیں۔ اور ہمیں آج بھی فخر ہے کہ ہماری جماعت میں تینوں مسلک کے لوگ شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم

آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ قیام حکومت الٰہیہ کی جدوجہد میں مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔ مولانا محمد اکبر مرحوم احرار کے اسی مشن کے داعی تھے۔ تعزیتی اجلاس میں ڈاکٹر حکیم زادہ محمد امین رانے ، ڈاکٹر محمد عمر(سیکرٹری افرادی قوت جمیعت علمائے پاکستان ضلع قصور)غلام سرور کھوکھر (نمائندہ صدائے سرفروش) حاجی عطاء اللہ حداد نے بھی خطاب کیا۔ نقابت کے فرائض نائب صدر مجلس احرار قصور جناب ڈاکٹر عبدالرزاق صدیقی نے ادا کئے۔

وجود کائنات میں
کیا کیا تخلیق ہوا ۔۔۔؟
صفاتِ الٰہیہ سے متعلق علوم و معارف ،
ادیبانہ اور مفسرانہ اسلوب میں
شرح اسمائے حسنیٰ اردو
570 صفحات
از علامہ عبدالصمد صارم الازہری
معلومات خزانہ کیلئے اس کتاب کا گھر میں ہونا ضروری ہے

قرآن پاک پارہ سیٹ مجموعہ وظائف
تفاسیر ، احادیث ، فقہ ، فلسفہ ، اسلامی ،
تاریخی ، سرائیکی ، سائنسی ، اردو ، عربی ، انگلش کتب ایم اے اسلامیات
ایم اے عربی فاضل عربی فاضل اردو فاضل فارسی
و تمام گائیڈز ، ایلو پیتھک کتب ، فاضل عربی کے مطابق پانچ سالہ پرچے (در حکومت پاکستان سے منظور شدہ نصاب کے مطابق فاضل طب و جراحت کی تمام کتب دستیاب ہیں ۔۔۔ آپ گھر بیٹھے اپنی پسند کی کتب کی فہرست ایک خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں ۔!
گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب
مترجم : حبیب الرحمٰن ہاشمی قیمت /125 روپے

باعزت روزگار
فوج ، سکولز ، کالجز ، یونیورسٹیز ، مختلف تعلیمی اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں اچھی پوسٹ حاصل کرنے کے لئے ۔۔۔ طلبا فاضل عربی کی کامیابی کے جملہ تقاضوں کے عین مطابق
جدید طرز پر
فاضل عربی
ٹیسٹ پیپرز
اینڈ
گائیڈ
(بورڈز آف پاکستان)

مکتبہ قاسمیہ ملتان
نزد گھنٹہ گھر ، کچہری روڈ ، ملتان ۔ 75423 : ✆

✪

(بقیہ از ص ۵۴)

اور سیاست کے بارے میں واضح احکامات بھی پاتے ہیں۔ اسی دوسرے حصہ پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ریاست ہو اور اگر اس حصہ پر عمل نہ کیا جائے تو شریعت کا ایک حصہ معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور قرآنی معاشرہ وجود میں نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے امت نے متفقہ طور پر منصب امامت و خلافت کو فرض قرار دیا ہے اور اس بارے میں کوتاہی ایک دینی حکم کی بجا آوری میں کوتاہی ہے۔

دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملت

ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

(اقبال)

مسافرانِ عدم

مجلس احرار اسلام لاہور دفتر کے کارکن منظور احمد صاحب کے دادا گزشتہ دنوں ربوہ میں انتقال کرگئے۔ وہ مسجد احرار ربوہ سے متصل بستی کوٹ وساوا کے رہائشی تھے۔

مجلس احرار اسلام قصور کے سابق صدر مستری مبارک علی صاحب کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کرگئیں۔

مجلس احرار اسلام قصور کے سینئیر نائب صدر مولانا محمد اکبر گزشتہ دنوں دل کادورہ پڑنے سے رحلت فرماگئے۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے بزرگ کارکن محترم شیخ تاج محمد لدھیانوی ۲۴ مارچ ۱۹۹۷ء کو ۸۰ برس کی عمر میں انتقال کرگئے۔ مرحوم تقسیمِ ملک سے قبل لدھیانہ میں مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ ہوئے اور تادمِ آخر جماعت سے وابستہ رہے۔ محترم مزمل سعید (آفیسر الائیڈ بینک) اور پروفیسر خالد سعید آپ کے فرزند ہیں۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے بزرگ کارکن محترم حاجی کریم بخش صاحب گزشتہ ماہ رحلت فرماگئے۔

مجلس احرار اسلام کراچی کے صدر محترم شفیع الرحمن کے چچا اشفاق احمد خان ۲۴ اور ۲۵ مارچ کی درمیانی شب کراچی میں انتقال کرگئے۔

میاں قمر الدین صاحب ابوحری ۲۱ جنوری ۱۹۹۷ء ۱۱ رمضان ۱۴۱۷ کو بورے والہ میں انتقال کرگئے ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۱۰۵ سال تھی۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے انتھک کارکن کے حوالے سے اپنے شہر اور علاقہ میں مشہور تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی کفایت اللہ، مولانا حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کی صحبت میں ایک عرصہ تک رہے۔ مجلس احرار اسلام سے بھی وابستہ رہے۔ تمام عمر شرک و بدعت اور رسوم و رواج کی بیخ کنی اور دینی جدوجہد میں گزار دی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہم اللہ کی مہمان نوازی کا بھی انہیں شرف حاصل تھا۔

مجلس احرار اسلام لاہور کے بزرگ کارکن محترم چودھری محمد اکرام صاحب کے بھائی جناب چودھری محمد نسیم صاحب کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد انتقال کرگئیں۔

ملتان سے ہمارے کرم فرما اور حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے ارادت مند محترم احمد یار خان گزشتہ دنوں اچانک انتقال کرگئے۔

امام القراء حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید حضرت قاری محمد عبداللہ (ساہیوال والے) گزشتہ دنوں ٹریفک کے ایک حادثہ میں رحلت فرماگئے۔ اس حادثہ میں ان کی اہلیہ، صاحبزادی اور نواسی بھی انتقال کر گئیں۔ حضرت قاری رحیم بخش کے خاندان اور ان کے جملہ متعلقین و منتسبین کے لئے یہ حادثہ بہت اندوہ ناک ہے۔ قاری محمد عبداللہ صاحب، اپنے والد ماجد کے حقیقی جانشین تھے، ان کی رحلت سے خدمتِ قرآن کا ایک روشن باب ختم ہوگیا ہے۔

(بقیہ ص ۵۹ پر)

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

مجلس احرار اسلام، دینی انقلاب کی داعی جماعت ہے۔ یہ انقلاب دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ کافرانہ نظامِ ریاست، جمہوریت اور کافرانہ تہذیب و ثقافت کے خلاف نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کے لئے مدارس میں ایسا ماحول پیدا کیا جانا ازحد ضروری ہے جو دینی انقلاب کی منزل قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ کے زیر اہتمام وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت درج ذیل مدارس تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔

①	مدرسہ ختم نبوت	مسجد احرار	ربوہ ضلع جھنگ فون: 211523(04524)
②	بخاری پبلک سکول	" "	ربوہ ضلع جھنگ فون: " " "
③	مدرسہ معمورہ	جامع مسجد ختم نبوت	دار بنی ہاشم، ملتان فون: 511961(061)
④	مدرسہ معمورہ	مسجد نور	تغلق روڈ، ملتان
⑤	مدرسہ معمورہ	مسجد اسامہ	فاروق پورہ، پرانا شجاع آباد روڈ ملتان
⑥	مدرسہ محمودیہ	مسجد المعمور	ناگڑیاں، ضلع گجرات
⑦	دارالعلوم ختم نبوت	جامع مسجد چیچہ وطنی	فون: 611657(0445)
⑧	احرار ختم نبوت مرکز	مسجد عثمانیہ	ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی فون: 610955(0445)
⑨	مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	شہزاد کالونی صادق آباد فون: 75464(0702)
⑩	مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
⑪	مدرسۃ العلوم الاسلامیہ	جامع مسجد	گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: 690013(0693)
⑫	مدرسہ ابوبکر صدیق	جامع مسجد ابوبکر صدیق	تلہ گنگ (چکوال)
⑬	بستان عائشہ (برائے طالبات)		دار بنی ہاشم، ملتان فون: 511356(061)
⑭	مدرسۃ البنات (برائے طالبات)		گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
⑮	مدرسہ احرار اسلام رحیمیہ		بستی گودڑی (حاصل پور)
⑯	مدرسہ احرار اسلام		مسجد سید نا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی
⑰	مدرسہ معاویہ		جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
⑱	مدرسہ معمورہ	مسجد معاویہ	بستی مہر پور ضلع مظفر گڑھ
⑲	مدرسہ احرار اسلام		بستی شاہ دین قائم پور ضلع بہاولپور

۱۱ ادارے اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں جبکہ ۷ اداروں کا کفیل وفاق ہے جن میں ماہشاہرہ تعلیم و تدریس اور دیگر امور سر انجام دینے والے افراد کی کل تعداد ۳۰ ہے۔ ان کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ ۱۵ لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی، اور تعمیری منصوبوں کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں، دعا اور کام ہم کریں گے، اجر اللہ پاک دیں گے

ترسیل زر کے لیے

بذریعہ منی آرڈر، بنام: سید عطاء المحسن بخاری مدیر وفاق المدارس الاحرار پاکستان دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

اثر زبیری لکھنوی
مرسلہ: عبدالرحمٰن جامی نقشبندی (جلال پور پیروالا)

ابوبکر و علی رضی اللہ عنہم

ابوبکر و علی میں فرق رکھے ہیں نظر والے
کہ اسلام ان کا پالا تھا، یہ تھے اسلام کے پالے
انہیں حائل تھی صدیقی، ولایت کے تھے یہ والی
جو وہ پَرتو نبوت کے، تو یہ امت کے رکھوالے
وہ آغاز خلافت تھے، یہ انجام خلافت ہیں
خدا شاہد ہے کہ وہ تھے ایک ہی مہتاب کے ہالے
خلیل مصطفےٰ وہ تھے، اخی مصطفےٰ وہ ہیں
وہ بلبل تھے چمن کے، اور یہ گلزار کے لالے
وہ اکرم تھے یہ اعلم ہیں وہ اتقی تھے یہ اشجع ہیں
سعادت ان کی رکھوالی، سعادت کے یہ رکھوالے
جگر باطل کا برمایا گیا تھا اس زمانہ میں
اڑے اس عہد میں اسلام کی سطوت کے پرکالے
وہ مالی تھے گلستاں کے یہ حاصل ہیں گلستاں کے
وہ بارانِ صداقت تھے، یہ ابرِ لطف کے گالے
نبی کے جانشین وہ تھے غنی کے جانشین یہ ہیں
یہیں پر صاف ہو جاتے ہیں سب تفریق کے جالے
وہی جو سب سے افضل تھے انہیں پر بدگمانی ہے
عقائد ہیں خدا جانے، یہ کس نے تفرقے ڈالے
میں اس تفریق پر تنہائیوں میں خون روتا ہوں
ہوئے ہیں "فتنۂ تفضیل" سے مسلم کے منہ کالے

نہ کر توہین پیغمبر کی، نہ بن شاتم صحابہ کا
انہی سے کفر پھیلے گا یہی ہیں کفر کے آلے

(بقیہ از ص ۵۷)

ادارہ نقیب ختم نبوت کے اراکین تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)
قارئین سے التماس ہے کہ اپنی نمازوں کی دعاؤں میں ان مرحومین کے لئے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔

نظم

بینوں لگے دیاں تاہنگاں مدینے جان دی حسرت
تمنا اے دلے دی میں کدی اک وار جا ویکھاں

نبی سوہنے دی سنت حجر اسود دے لواں بوسے
جتھے توحید دی کیتی عمر پر چار جاویکھاں

لپٹ کے ملتزم دے نال رو رو کے کراں ہاڑے
محمد مصطفےٰ لائے جتھے رخسار جاویکھاں

غلاف کعبہ نوں پھڑکے جتھے ڈھاواں مریندے نے
گناہاں دا جتھے عاصی کرن اقرار جا ویکھاں

صفا مروہ دیاں دوڑاں کدی عرفات نوں جاواں
خدا دیاں رحمتاں دی ہے جتھے بھر مار جاویکھاں

پریشاں حال ننگے سر کفن بردوش جاواں میں
خدا دے گھر دے مڑ مڑ کے درودیوار جاویکھاں

کدی دوڑاں کدی ہولی کدی سجدے چہ ڈگ جاواں
جتھے آئے سی جبرئیل امین اوغار جا ویکھاں

ختم ہووون دلے دے روگ جسمانی تے روحانی
برسدیاں رحمتاں زم زم تے پر انوار جا ویکھاں

جتھے دے حجر دی سوہنے شجر سوہنے فضا سوہنی
نکلدی اے مقام احد چوں مہکار جا ویکھاں

میں جا ویکھاں غلامان نبی دا شہر خاموشاں
رسول پاک دے گلشن نوں میں اک وار جاویکھاں

میں اپنی زندگی وچ ویکھ لاں جنت دے ٹکڑے نوں
کیا روضے توں منبر تک جنہوں سرکار جا ویکھاں

میں ویکھاں روضۂ اطہر دی جالی چوں نظر پا کے
کیوں سنے نبوت نال یار غار جاویکھاں

جتھے مٹی دا ہر ذرہ گواہ عظمت صحابہ دا
سبز روضے دے والی دا کدی دربار جاویکھاں

جتھے بہہ کے صحابہ نوں پیغمبر درس دیندے سن
فرشتے وی جتھے کردے ذکر اذکار جاویکھاں

ہووے پرواز دی طاقت میں بزمی اڑ کے جا پہنچاں
نبی دے شہر دی ہر گلی ہر بازار جاویکھاں

از محمد رفیق بزمی ٹوبہ ٹیک سنگھ

****

جمہوری تماشا

دکھائیں وطن میں چلو اک تماشا
کہیں رقص میں دیوِ جاگیرداری
کہیں ہے شعوب و قبائل کا چرچا
ہے ساغر بکف جھومتی پارسائی
یہ رہبر ہمارے سیاسی لٹیرے
یہ حرص و ہوس میں گرفتار لیڈر
نظامِ حکومت چوپٹ کرنے والے
وطن یہ ہمارا زبوں حال ان سے
یہ ہر ایک سانچے میں ڈھل جانے والے
سبھی روٹی کپڑا مکاں دے رہے ہیں
یہ آئے ہیں وعدوں کی لے کے پٹاری
نظامِ معیشت یہاں کا نرالا
کوئی رات دن خوں پسینہ بہائے
ہر اک دن کسی کے لئے عید کا ہے
کوئی فکر فردا نہ امروز کا غم
کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے
ہے ملت اسیر طلسم فرنگی
یہی ہے مساوات اسلام کی کیا؟
کہ دنگل ہے مغرب کی جمہوریت کا
نشے میں کہیں مست سرمایہ داری
کہیں زور دھن، دھونس اور دھاندلی کا
وراثت میں ان کو ملی ناخدائی
حکومت کے بھوکے یہ فصلی بٹیرے
خریدو تو بکنے کو تیار لیڈر
یہ بینکوں کے قرضے ہڑپ کرنے والے
اصول و ضوابط ہیں پامال ان سے
یہ گرگٹ کی صورت بدل جانے والے
سرابوں کا رنگیں جہاں دے رہے ہیں
نئے جال لائے پرانے شکاری
کہ سرمایہ داروں کا ہے بول بالا
مشقت کرے کوئی پھل کوئی کھائے
کسی کے لئے زندگی اک سزا ہے
ہیں رہبر سبھی وقف پیکار باہم
یہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ کیا ہورہا ہے؟
یہاں خانہ جنگی وہاں خانہ جنگی
کہ مغرب کی جمہوریت کا تماشا

(عبدالوحید سلیمی)

سید کاشف گیلانی

واللہ اپنے صدر کا فرماں کمال ہے

کرتی ہے یوں بھی گردشِ دوراں کمال ہے
بکھرے پڑے ہیں ہر سو گریباں کمال ہے

لاتا ہے انقلاب بہ یک جنبشِ قلم
واللہ اپنے صدر کا فرماں کمال ہے

ملاؤں نے بھی خوب سمیٹا بقدرِ ظرف
سمجھے وہ اقتدار کو ایماں کمال ہے

افسوس انتخاب میں حضرت بھی اڑ گئے
ان کو بھی لیگ کر گئی ویراں کمال ہے

بستے ہیں وہ بھی کوچۂ حضرت کے آس پاس
دیکھا نہ ہم نے کوچۂ جاناں کمال ہے

پہلے جناب چاک تو سی لیجئے اپنے
پھر کیجئے گا درد کا درماں کمال ہے

دنیا کا عشق بھی ہو تو سودا ہے جان کا
سمجھے تھے آپ عشق کو آساں کمال ہے

اہلِ ستم نے غم کی چلائیں وہ آندھیاں
حق کی شمع ہے پھر بھی فروزاں کمال ہے

برسائے غم کے تیر ستمگر نے شوق سے
زندہ ہیں میرے عہد کے انساں کمال ہے

اس قوم کا مزاج سمجھ میں نہ آسکا
اس نے کئے وہ کارِ نمایاں کمال ہے

اوروں کو دھاندلی کا نہ الزام دیجئے
اپنا جی دیکھ لیجئے دلاں کمال ہے

تفریقِ صبح و شام کے قابل کہاں تھے ہم
تم بھول گئے روزنِ زنداں کمال ہے

لوٹا ہے تم نے قوم کو بے خوف روز و شب
نکلے تمہارے دل کے نہ ارماں کمال ہے

اللہ دے نواز کو توفیق خیر کی
ہم بھی کہیں کہ نظمِ گلستاں کمال ہے

کاشف یوں بے نظیر کو رسوا کیا گیا
دنیا ہوئی انگشت بہ دنداں کمال ہے

پروفیسر عابد صدیق

غزل

سب کجھ سوہنا لگیا مینوں ایدھر اودھر تک
ہر شے دے وچ کیڑے پے گئے جدوں میں کیتا شک

عشق نے عین جوانی اندر کنیے ای مار مکائے
جیہڑا ایس گرستے ٹردا چھیتی جاندا تھک

پہلی واری چوری کردیاں سب دا دل اے ڈردا
فیر تاں اگے چل سو چل اے لہہ جاوے جے جھک

رسم رواج پرانے سانوں اگے ٹرن ناں دیندے
کالیاں رستاں نویں پنڈ دا رستا لتا ڈک

تیڈے پینڈے کیتے نیں تے بابے ہوئے سیانے
دھپ کڑاکے پیندی تے فصلاں جاندیاں پک

یا کوئی روگ اے مٹیاراں نوں - سب دے ہاسے پھکے
یا ہن سہاگ پڑے وچ لوکیں بھل گئے رکھنا سک

نال حرام تے خورے اج کیوں بندے راضی ہوئے
خربوزہ ناں لبھے، گدڑ کدی ناں کھاندا اک

دیگ دے سر تے چڑھی کنالی، ہلکا ہویا آچا
باندر کرسی تاڑے بیٹھا، چوہا لبھے نک

کہے نوں دکھ دی سارناں دیویں، چپ کر کے سب سہہ جا
آپے ننگی ہوئیں گی توں اپنا پلا چک

ثاقب چوہان بستی مولویاں

غزل

راستے میں آگیا جب کوئی پیپل کا شجر
کر دیا موقوف آخر ہم نے بھی اپنا سفر

جستجو جس شخص کی کرتے رہے ہم عمر بھر
ہم نے اس کو پالیا ہے اپنے اندر جھانک کر

اب نہیں محفوظ کوئی قافلہ بھی ہم سفر
بن گئے ہیں جب سے راہزن یہ ہمارے راہبر

عام ہے یارو ریاکاری کا فیشن اس قدر
سب فرشتے بن گئے ہیں اب نہیں کوئی بشر

جب بھی دریا آگیا اہل جنوں کی راہ میں
پار کرتے ہیں اسے کچے گھڑوں پر بیٹھکر

جس کا بیٹا کل کے جھگڑے میں یہاں مارا گیا
اس نے ثاقب قاتلوں سے کر لیا ہے درگزر

آؤ سوچیں ہم کو منزل اب ملے گی کس طرح
جب نشاں بھی منزلوں کا کھو گیا ہے ہم سفر

جس کے گھر میں کل تلک ٹوٹا دیا کوئی نہ تھا
اس نے روشن کر لیا ہے قمقموں سے اپنا گھر

جس کے دم سے تھی تمہارے گاؤں کی رونق کبھی
اب وہی دریا تمہارا بن گیا ہے دردسر

اب خزاں صحنِ چمن میں چھا گئی ہے دوستو
کوئی پتہ جو نظر آتا نہیں ہے شاخ پر

مر رہے ہیں بھوک سے نادار سارے شہر میں
بڑھ گئی ہے اب یہاں ثاقب گرانی اس قدر

**

جامع مسجد ختم نبوت (دارِ بنی ہاشم ملتان) کی تعمیر

جامع مسجد ختمِ نبوت (مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم ملتان کی بالائی منزل زیرِ تعمیر ہے۔ اخراجات کا تخمینہ چار لاکھ روپے ہے۔

اہل خیر مسجد کی تعمیر میں نقد یا سامان کی صورت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اجر حاصل کریں۔

بذریعہ چیک اڈرافٹ یا منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان پاکستان

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان کا

تاریخ ساز

امیرِ شریعت نمبر

(حصہ دوم)

شائع ہو گیا ہے۔

- اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح و افکار
- ایک تاریخ ❁ ایک دستاویز ❁ ایک داستان ❁ خاندانی حالات
❁ سیرت کے مجلا اوراق ❁ خطابتی معرکے ❁ سیاسی تذکرے
❁ بزم سے لیکر رزم اور منبر و محراب سے لیکر دار و رسن تک
- نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضا میں ایک آوازِ ہدایت، جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی۔
- خوبصورت سہ رنگا سرورق 576 صفحات
- قیمت 300 روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت

صرف 200 روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر نمبر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے: سید محمد کفیل بخاری

مدیر مسؤل، ماہنامہ نقیب ختمِ نبوت، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تیئسویں سالانہ

رضی اللہ عنہ

مجلسِ ذکرِ حسین

بیاد

شہیدِغیرت، قتیلِ سازش ابنِ سبا، مظلومِ کربلا
سیدنا حسین ابنِ علی رضی اللہ عنہما

خصوصی خطاب

آلِ نبی اولادِ علی، ابنِ امیرِ شریعت، خطیب بنی ہاشم

سید عطاء المحسن بخاری

علماء اور دانشور بارگاہِ حسینی میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کرتے ہوئے تاریخ و سیرت کی روشنی میں تذکار و افکارِ حسین اور حقیقتِ حادثہ کربلا بیان کریں گے

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ ۱۱ بجے دن تا نمازِ عصر

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

مومنینِ اہلِ سنت کے لئے دعوت و ضیافت کا اہتمام ہو گا

مجلس محبان آل و اصحاب رسول ملتان